بوارشے

سمیرا حمید

"ساز اپنی ساخت پر فاخر نہیں ہو سکتا' اسے تو اس دھن کا انتظار کرنا ہو گا جو دو دلوں کے ایک ہو جانے سے بجتی ہے۔"

دو گھوڑوں کی بگھی' چھپے ہوئے چاند' اور گہری رات کے گھر میں جنگل سے گزر رہی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں نے جنگل کو بورشے کی محویت سے چونکا دیا تھا۔ درختوں کی سرگوشیاں جو لوری میں ڈھلنے لگی تھیں' وہ اب سہم گئی تھیں۔ جنگل کو ڈر تھا ماریہ کا راز افشا ہو جائے گا۔ کیونکہ آسکر رات کو اس وقت اکیلا بگھی میں سوار اسے دوڑائے چلا آرہا ہے۔ کوچوان کی نشست پر بیٹھا اور گھوڑوں کی لگاموں کو سختی سے تھامے ہوئے ہے۔

جنگل غیر دوستانہ ہو گیا... ساز خوش پذیرانہ...

پہلے وہ کچے راستے پر تھا پھر اس نے گھوڑوں کو جنگل کی طرف جانے دیا۔ یہ متبادل راستہ تھا جو اسے جنگل سے گزار کر جلد ہی گاؤں کی طرف لے جاتا۔ جنگل میں اندھادھند بگھی دوڑاتے ہوئے وہ یہ بھول رہا تھا کہ درخت اس کے گھر کے ملازم نہیں ہیں جو راستے سے

ہٹتے چلے جائیں گے۔ درخت حکم ماننے والے تھے نہ دلیل۔ جنگل کو ہمراہی بنانے میں وقت لگتا ہے۔ جب تک جنگل ہمراہی نہ بنے اس کے راستوں پر اندھا دھند نہیں بھاگنا چاہیے۔

ایک درخت سے ٹکرا کر جب اس کی بگھی تقریباً" الٹ ہی گئی تھی اور وہ اچھل کر بگھی سے باہر آگرا تو جو بات اسے آخری وقت تک یاد تھی وہ اتنی سی تھی کہ روشنی کی چند لہریں اس کی نظروں کے سامنے سے گزری تھیں اور گھوڑے بدک گئے تھے۔

اور پھر جب اسے ہوش آیا اور اس نے درخت کے تنے سے پیٹھ لگالی تو اسے یہ بھی یاد آیا کہ روشنی کی

ان لکیروں سے پہلے، بس ذرا دیر پہلے اس کے کانوں میں ایک آواز آئی تھی۔ پہلے اسے یہ آواز دور گاؤں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ پھر اسے لگا کہ شاید کوئی دیوانہ رات کے اس پہر جنگل میں گیدڑوں اور جھینگروں کے لیے کلارنٹ بجا رہا ہے۔ وہ اس آواز پر مزید غور کرتا اگر جو فوراً" ہی اچھل کر نیچے نہ جاگرتا۔

لمبے درخت سے ٹیک لگائے وہ اب ایسے اطمینان سے بیٹھا تھا جیسے آئرلینڈ سے گاؤں کے اس جنگل تک کا سفر اس نے اسی درخت سے ٹیک لگا کر ستانے کے لیے کیا تھا۔ رات میں جو خنکی تھی اس کا مزہ چکھنے

کے لیے پتوں اور شاخوں میں جو راز چھپے تھے' انہیں چپکے سے کھوج لینے کے لیے ٹمٹاتی روشنیاں جو پتوں اور شاخوں میں سے ہو ہو کر آتی جاتی محسوس ہو رہی تھیں ان کا چپکے چپکے پیچھا کرنے کے لیے۔

گھوڑے بگھی کو گھسیٹتے اس کے قریب آکر ہنہنانے لگے تھے۔ انہیں بھی اپنے مالک کا غصہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ وہ اسے یہ جتانا چاہتے تھے کہ سر شام گھر چھوڑ دینا کہیں کی بھی عقل مندی نہیں ہے۔ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ مسٹر آسکر نے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے لگائے ایک آنکھ دبا کر گھوڑوں کو دیکھا اور پھر ایسے گھنے جنگل میں' اتنے درختوں میں' گھور اندھیرے اور بے وجہ تنہائی میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''مجھے مصور بننا ہے..... تخلیق میرا خواب ہے..... رنگ مجھے زندہ رکھتے ہیں.....''

دونوں گھوڑوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور جیسے کہا۔ ''مسٹر بروک ہیگ نے بھی تو حقیقت میں رنگ بھر کر تمہیں روکنے کی کوشش ہی تو کی تھی۔''

''اب وہ مجھے ڈھونڈیں گے' جب پریشان ہو جائیں گے تو انہیں یقین کرنا ہی ہو گا کہ میں اپنے ارادوں میں کس قدر پختہ ہوں۔''

''مسٹر بروک ہیگ اتنی جلدی پریشان ہو جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔''

''جلدی نہ سہی' دیر سے ہی سہی۔ کیا میں اپنے رنگ اور برشز پھینک دوں۔ اپنے کینوس کو آگ میں جھونک دوں؟ میں یہیں رہ کر اپنی پینٹنگز بناؤں گا۔ ان سے چھپ کر خود کو منوا لوں گا۔''

''ان کا کہنا ہے کہ تم نہ ڈاونچی بن سکو گے نا تھامس..... تم خود کو تھکا رہے ہو بس.....''

''خدا انسان بناتا ہے ان کی نقلیں نہیں۔ ڈاونچی ہو یا تھامس' ان کی نقول بنی ہیں نہ ان کے کام کی۔ خدا کو نقل منظور نہیں۔''

''پھر تمہیں ان کے کام اور تخلیقات سے آگے جا کر کچھ کرنا ہو گا۔''

''فنکار اگر یہی طے کرنے میں لگا رہے گا کہ اسے فلاں سے آگے جانا ہے یا فلاں کو پیچھے چھوڑ دینا ہے تو پھر سب کچھ ہو گا لیکن تخلیق کچھ نہیں ہو گا۔ خدا کو مقابلے بازی پسند نہیں۔''

لمبے تناور درخت کے تنے سے پیٹھ لگائے بیٹھے اسے کوئی دیکھ لیتا تو ڈر کر بھاگ جاتا کیونکہ رات کے اس پہر کوئی دیوانہ ہی اتنی بلند آواز میں خود کلامی کر سکتا ہے جبکہ وہ تو باقاعدہ تاثرات اور آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ مکالموں کی ادائیگی کر رہا تھا جیسے مسٹر بروک ہیگ اس کے سامنے ہی کھڑے تھے۔ اور جو حسرت دلائل دینے میں رہ گئی تھی' وہ اب پوری کر رہا تھا۔ چونکہ اجنبی کو گھوڑوں کی باتیں سنائی دینے والی نہیں تھیں' اس لیے اس کی دیوانگی تصدیق شدہ تھی۔

''آسکر دی ہیگ' پینٹنگز کے لیے گھر چھوڑ کر آچکا ہے اور ایسے ہی جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ نشانیاں خوش آئند ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کامیابی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔'' آس پاس نظر دوڑا کر اس نے ہاتھ لہرا کر' بلند آواز سے کہا۔ ذرا دور گرے چابک کو ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیا اور زور سے اسے ہوا میں اعلانیہ لہرایا۔

کسی اجنبی ساز کی آواز اس کے کان کے پردے کو چھو کر گزری اور یک دم اسے یاد آیا کہ اسی آواز پر وہ متوجہ ہوا تھا۔ بلکہ بگھی سمیت الٹ کر گر گیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا کہ گاؤں شاید بہت قریب ہے۔ آواز وہیں کہیں سے آرہی ہو گی۔ ادھر ادھر سر اٹھا کر اور گھوم پھر کر دیکھا لیکن گاؤں کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیے' البتہ آواز اور قریب آتی گئی۔ اپنے قدم آواز کی سمت بڑھاتے ہوئے وہ تھوڑی دیر کے لیے سہم گیا۔ رات کے اس وقت جنگل میں اس آواز کا خالق کون ہو سکتا ہے؟ اس بات نے اس کے ذہن میں سب خوفناک کہانیاں خاکوں کے ساتھ اجاگر کر دیں۔ گھوڑوں کی پیٹھ تھپک کر وہ آگے بڑھا۔ یعنی کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میرے پیچھے آنا نہ بھولنا۔

آواز اور قریب آتی گئی۔ وہ ٹھیک سمت میں جا رہا

تھا۔ اس کے ذہن کے کینوس پر ایک تصور ابھرا کہ کچھ ہی دیر میں اسے ایک چھوٹی سی غار نما جھونپڑی نظر آئے گی جس میں ایک بڑھیا بیٹھی بانسری بجارہی ہوگی۔ جیسے ہی وہ بانسری کے سحر سے نکلے گا' خود کو ایک بڑی سی دیگ میں بیٹھا ہوا پائے گا۔ جس کے نیچے آگ کا الاؤ روشن ہوگا بلکہ چنگھاڑیں مار رہا ہوگا اور پھر۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔

اور پھر یہ کہ درختوں کے تنوں اور پتوں' جنگل کی گھاس اور جھاڑیوں' نرم مٹی اور کیچڑ نے اسے روکنا چاہا لیکن آسکر نہیں رکا۔ ہر جنگل ایک راز رکھتا ہے۔ اگر اس جنگل کا راز یہ ساز ہے تو اب وہ بے نقاب ہونے کو ہے۔ جھاڑیوں نے اس کے پیروں کو اپنے شکنجے میں لیا اور اس نے کچھ قوت اور کچھ جھنجلاہٹ سے جھاڑیوں کو پیچھے دھکیلا اور رد عمل میں تیزی سے لڑکھڑاتا ہوا ایک درخت کے تنے کے ساتھ جالگا۔۔۔۔ کھب گیا۔۔۔۔ چپک گیا۔

جیسے ہی اس نے اس درخت کی پشت سے سر تھوڑا باہر نکالا۔۔۔ وہ۔۔۔ دم بخود رہ گیا۔ دیکھ لینے پر بھی اسے یقین نہیں آیا کہ وہ یہ دیکھ رہا ہے۔ وہاں موجود ہونے پر بھی اسے یقین نہیں آیا کہ وہ ایسے کسی منظر کے قرب و جوار میں موجود ہو سکتا ہے۔

ننھی روشنیوں کی اڑان دم بخود کررہی تھیں۔ ٹمٹماہٹیں خیرہ کن تھیں۔ جگنوؤں کی فوج لہریں بناتے رقص کررہی تھی۔ زمین سے اوپر اٹھتے' درختوں کی شاخوں سے لپٹ کر گزرتے' آسمان کی سمت جانا چاہتے' رک جاتے' گھوم جاتے' قطاروں میں تقسیم ہوتے اور اس لڑکی کے گرد گھوم گھوم کر واپس اپنا سفر پھر سے شروع کرتے۔ اس لڑکی کے گرد جس کے سر پر بڑا سا گول ہیٹ تھا' ہاتھ میں انجانا ساز اور آنکھوں میں وہ مستی جو جگنوؤں کی ایسی فرماں برداری پر نازاں تھی۔۔۔۔ وہ ایک جادوگرنی۔۔۔ اوہ جادوگرنی۔۔۔۔

یہ ایک دھوکا تھا جو کسی خواب سے پیوند لگتا تھا۔۔۔۔ ایک دیوانگی جو کسی جادو کے زیر اثر تھی۔۔۔ ورنہ کچھ نہیں۔۔۔۔ اور کچھ نہیں۔۔۔۔

زمین کی سطح گیلی اور نرم ہوگئی اور آسکر اس میں دھنس گیا۔ مجسمے کی طرح حرکت کرنے سے محروم ہوگیا۔ اتنی رات کو' ایسے گھنے جنگل میں وہ ایک بڑھیا کو دیکھنے کی امید تو رکھتا تھا لیکن لڑکی' ساز اور جگنوؤں کو ہرگز نہیں۔

ساز ابھی بھی بج رہا تھا۔ لڑکی دائرے میں گھوم گھوم کر جگنوؤں کی فوج کو اپنی دھن کے لے پر سنبھال رہی تھی۔ لڑکی اور اس کی ہوائی فوج میں ایسی ہم آہنگی تھی جیسے بارش کے قطروں اور پھول کی پنکھڑیوں میں ہوتی ہے۔ آسکر نے دیکھا کہ درختوں کی جڑوں سے دروازے کھول کھول کر۔ ننھے' چنے منے بونے بھی اپنے بہترین لباسوں میں کودتے پھاندتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے لڑکی کے گرد دائرہ بنا کر اچھلنے کودنے لگے ہیں۔۔۔ آسکر کے لیے اس منظر کی تاب لانا مشکل بلکہ مشکل تر تھا۔ اس نے شدت سے اپنی آنکھیں مسلیں اور غور سے دیکھا۔ بونے غائب ہوچکے تھے جبکہ روشنی کی لہریں ویسے ہی موجود تھیں۔۔۔۔ تھرا رہی تھیں۔۔۔ گنگنا رہی تھیں۔۔۔ رقصاں تھیں۔۔۔ اب بھی وہ کیسے یقین کرلیتا کہ روشنی کے لاتعداد ننھے منے قمقمے ایک لڑکی کے ساز پر رقصاں ہیں۔ آنکھیں پھر سے صاف کرنی پڑیں' سر کو پھر سے ٹھونکنا پڑا۔۔۔ لیکن منظر وہی رہا۔۔۔ ساز ویسے ہی بجتا رہا۔۔۔ اور لڑکی جھومتی رہی۔۔۔۔ جھومتی رہی۔۔۔۔

ہاں یہ خواب در خواب ہے۔۔۔ یا پھر گمان در گمان۔۔۔۔ اور کچھ کیسے۔۔۔۔ بھلا کیسے۔۔۔۔

وہ درخت کی اوٹ میں ہوگیا اور بار بار آنکھیں مسل کر اس نظارے کی حقیقت کا یقین کرتا رہا۔ اسے واپس لوٹ جانا تھا تو بھی وہ وہیں کھڑا رہا۔ وہ خوف زدہ تھا تو بھی وہیں جامد تھا' اسے حیرت تھی تو بھی وہ بے یقینی لیے وہاں موجود تھا۔ اس نے لڑکی کے پاس جانا چاہا تو بھی وہ درخت کے سہارے ٹکا رہا۔ اسے زمین سے شکایت تھی' وہ اس کے دھنسے ہوئے پیر آزاد کیوں

نہیں کر رہی تھی۔
کچھ وقت گزرا اور اسے اپنے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ شاید وہ اس کے قریب آ رہے تھے۔ وہ چونک گیا اور جلدی سے درخت کی اوٹ سے باہر نکلا! اور.....

"یہ کیا ہو رہا ہے..... کون ہو تم؟ چابک اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے اسے جگنوؤں کی طرف لہرا کر بلند تر آواز میں پوچھا۔

"وقت، جنگل، جگنو اور لڑکی سب ساکت ہو گئے۔
حیرت سے گھوم کر اس کی طرف پلٹے۔ خوف سے لڑکی کے ہاتھ سے ساز گر گیا اور اس نے سہم کر سر اٹھا کر جگنوؤں کو دیکھا جو دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے تھے۔
لڑکی نے جلدی سے ساز اٹھایا اور بھاگنے لگی۔ آسکر کو یقین نہیں آیا کہ ایک جادوگرنی ایسے خوف زدہ ہو کر بھاگ بھی سکتی ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا کیونکہ ساری کہانیوں سے اس نے یہی جانا تھا کہ جادوگرنی کتنی بھی طاقت ور کیوں نہ ہو، جیت ہمیشہ ہیرو کی ہی ہوتی ہے۔ اس وقت کا ہیرو وہ تھا..... آسکر دی ہیگ.....

جادوگرنی اپنی فراک سے الجھتی تیزی سے بھاگ رہی تھی لیکن وہ جادوگرنی سے زیادہ تیزی سے بھاگا اور پیچھے سے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف گھما لیا اور.....
روشنی اپنی مچانوں سے نکل آئی.....
دھنیں عہد و پیماں لیے بجنے لگیں.....
لڑکی کا ہیٹ گر گیا، اس کے دو رخی گندھے بال نمایاں ہو گئے اور اس کی آنکھیں لہریں بناتے ننھے قمقموں کی مانند ڈگمگانے لگیں۔
"تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتیں، میں اس جنگل کو تمہارے جادو سے آزاد کروا کر ہی رہوں گا۔" یہ بات کہہ چکنے کے بعد بھی آسکر کو یقین نہیں آیا کہ وہ ایسی بات کہہ دینے کی صلاحیت بھی رکھتا تھا اور حوصلہ بھی۔ کچھ باتوں کا اور اک آدھی رات کو جنگل میں بگھی سے گر کر، جادوگرنی کا بازو پکڑ کر ہی ہوتا ہے۔

بہرحال اس کی بات پر درخت، جھاڑیاں، پھول، پودے اور رات اتنی زور سے ہنسے کہ اسے اندازہ ہو گیا کہ اس نے کس قدر مضحکہ خیز بات کی ہے۔
خوف سے لڑکی کی پلکیں لرزنے لگیں۔ آسکر نے بے یقینی سے جادوگرنی کو دیکھا۔ "تم تو مجھ سے ڈر رہی ہو؟"
جواب میں لڑکی نے اپنا بازو آزاد کرانا چاہا لیکن آسکر نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ "کیا تم سن نہیں سکتیں؟"

اب لڑکی نے غصے سے اپنا بازو آزاد کرانا چاہا۔ آسکر نے اپنے پنجے اس کے بازو میں اور سختی سے گاڑ دیے۔
"تم ہو کون.....؟" اور سر کو جھکا کر ہیٹ کے دائرے میں داخل ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا۔
"تم کون ہو.....؟ لڑکی نے غصے ـــــــ سے پوچھا۔
آسکر نے داد دینے والے انداز سے لڑکی کو دیکھا۔ پہلے وہ سہم کر بھاگ رہی تھی۔ پھر وہ خوف زدہ ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ غصے سے چلا رہی تھی۔ اگر وہ ایسے ہی رنگ بدلتی رہی تو آسکر کو اپنی پینٹنگ کے لیے کچھ رنگ اس سے بھی ادھار لینے پڑیں گے۔
"چھوڑ دو میرا ہاتھ....." او ہاں، اب وہ قوت بھی لگا رہی تھی۔
"ورنہ.....؟" لڑکی نے کچھ اس انداز سے کہا تھا کہ آسکر کو لگا، وہ اسے نشانہ بازی کے لیے للکار رہی ہے۔
"میں سارے گاؤں کو چلا چلا کر اکٹھا کر لوں گی....."
اس کا انداز ٹھیک تھا وہ للکار رہی تھی۔ "گاؤں تو بہت دور ہے..... چلاؤ! ہو سکتا ہے گاؤں والے تمہاری بھنبھناہٹ سن لیں۔"

لڑکی نے پھر سے اپنا بازو آزاد کرانے کی کوشش کی جو ناکام ٹھہری۔ "مجھے چھوڑ دو..... انکل جاگ جائیں گے وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے..... وہ بورشے کو چھین لیں گے۔" اب وہ بے چارگی سے التجا کرنے لگی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں کے ہم راہی ہوئے تو آسکر نے چونک کر لڑکی کو غور سے دیکھا۔ جادوگرنی رو رہی

ہے۔۔۔۔ چچ چچ۔۔۔۔۔

"کون ہو تم۔۔۔۔ یہاں کیا کر رہی تھیں۔۔۔۔" سوال پھر سے دہرایا گیا۔

"کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں ایک لڑکی ہوں۔ وہ دیکھو۔۔۔۔ دور۔۔۔۔ وہاں کیچڑ میں گرنے سے میرا بورشے گندا ہو گیا۔۔۔۔ میرے جگنو تم سے ڈر کر بھاگ گئے۔۔۔۔ تم نے ان پر کتنی بے دردی سے چابک لہرایا۔۔۔۔ کیا انسانیت سے کبھی تمہارا کوئی واسطہ نہیں رہا۔" غصہ اتنی اچھی چیز بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جنگل میں ساز بجاتی لڑکی کے گال ایسے دہکا دے اور بگھی لے کر گھر چھوڑ آنے والے لڑکے کو محظوظ کر دے۔۔۔۔ ایسے غصے کی ناپسندیدگی پر۔۔۔۔ چچ چچ۔۔۔۔

"میرا بازو چھوڑتے ہو یا نہیں۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔ کیوں روک رکھا ہے مجھے۔" غصہ اور مزید غصہ۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں آسکر ہوں۔۔۔۔ وہ دیکھو۔۔۔۔ دور۔۔۔۔ کیچڑ سے آگے تمہارا ساز اور تمہارے جگنوؤں نے میری بگھی الٹ دی اور میں گر کر درخت سے ٹکرا گیا۔۔۔۔ کیا تم اسی لیے راتوں کو جنگلوں میں بھٹکتی ہو تاکہ تم مجھ جیسے اجنبیوں کو گرا کر مار سکو۔۔۔۔ کیا انسانیت سے کبھی تمہارا کوئی واسطہ نہیں رہا۔"

لڑکی نے ایک لحظہ کے لیے اپنا بازو آزاد کرانے کی کوشش ترک کر دی اور وہ آسکر کو دنگ دیکھتی رہی۔ جبکہ اپنی پشت پر گھوڑوں کی اچانک آمد سے آسکر ڈر سا گیا اور لڑکی کا ہاتھ چھوڑ بیٹھا۔ آسکر کے ایسے یک دم ڈر جانے سے لڑکی بے ساختہ ہنس دی، پھر اپنے قہقہے کو بھی نہیں روک سکی۔ بے طرح ہنستے اپنی فراک کے گھیر کو جنگل کی ہوا کے سپرد کرتے گاؤں کی سمت بھاگ گئی۔۔۔۔

اور آسکر۔۔۔۔ اس نے کچھ دیر تک آس پاس کا جائزہ لیا اور یہ جان کر کہ یہاں وہی ہوا ہے جو اس نے ابھی ابھی دیکھا ہے تو اس نے مسکراتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔۔۔۔ "کوئی بتائے گا مجھے، میں خواب دیکھ رہا ہوں یا نیند میں چل رہا ہوں؟"

دونوں حسوروں میں مجھے جگایا نہ جائے۔۔۔ سونے دیا جائے۔۔۔ خواب دیکھنے دیا جائے۔۔۔۔

٭ ٭ ٭

جان ایسے اچانک رات کو اس کی آمد پر حیران رہ گیا تھا۔ یہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا کہ آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی کہ وہ گھر کو اس کی رہائش کے لیے تیار کر دیتا۔ کھانے کے نام پر ملنے والے بچے کھچے سوپ کو پی کر جب وہ بستر پر ڈھیر ہونے لگا تو اس نے روشنی گل کرتے جان کو روک لیا۔

"گاؤں میں کچھ پُر اسرار لوگ رہتے ہیں۔۔۔ ہیں نا؟"

"کیوں نہیں۔۔۔ چھ عدد خوفناک جادوگر، تین مکار جادوگرنیاں، کچھ بدروحیں اور چند سو بونے۔۔۔ بس۔۔۔"

آسکر نے قہقہہ لگایا اور سو گیا۔

رات بھر گاؤں کی سبز گھاس سے جگنو لپٹے رہے۔ جنگل کے راستوں پر ساز کی دھنیں بکھرتی سمٹتی رہیں اور وہ سوتا رہا، سوتا رہا۔

٭ ٭

اپنی فراک سمیٹ کر ماریہ کھڑکی کے راستے اپنے کمرے میں کود گئی۔ الوا اور کیتھی دونوں اپنے اپنے بستر پر سو رہی تھیں۔ اپنے کمرے میں انکل ولسن اور آنٹی بھی سو ہی رہے ہوں گے۔ ماریہ نے اپنا ہیٹ اتار کر الماری میں رکھا اور اپنے ساز کو مخمل کے پاؤچ میں ڈال کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ یہ ساز کچھ دیر تک اس تکیے کے نیچے رہنے والا تھا، پھر وہ اس کے ہاتھ میں آ جانے والا تھا، ہاتھ سے وہ گال کے نیچے رکھا جانے والا تھا۔ اپنی ٹانگیں موڑ کر، اپنے ہاتھوں کو اپنے گال کے نیچے رکھ کر، وہ آنکھیں بند کر کے سونے لگی تو۔۔۔۔

"تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتیں، میں اس جنگل کو تمہارے جادو سے آزاد کرا کر ہی رہوں گا۔" اس کے کانوں میں گونجنے لگا اور وہ مسکرا دی اور پھر۔۔۔

رات بھر مخمل میں لپٹا ساز بجتا رہا، جانوروں کے باڑے کی بھیڑیں، اجنبی گھوڑوں کی ٹاپوں کو خوش آمدید کہتی رہیں اور وہ سوتی جاگتی رہیں، سوتی جاگتی رہی۔۔۔ ماریہ جادوگرنی۔۔۔۔

٭ ٭ ٭

صبح، دن کے ساتھ طلوع ہوئی۔ اس کا ارادہ جلدی اٹھ کر گاؤں کی سیر تھا لیکن وہ سوتا رہ گیا۔ کچن سے اسے کافی شور سنائی دے رہا تھا۔ جب وہ کھانے کے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا گھر کئی طرح کے افراد سے بھر گیا ہے۔

"جان، اس کی بیوی، اس کے چھوٹے بڑے، سب ہی بچے، طرح طرح کے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی کھڑکیاں صاف کر رہا تھا، کوئی ناشتے کی میز کا میز پوش بدل رہا تھا۔ گلدان میں پھول سجا رہا تھا، فرش چمکا رہا تھا، کوئی پانی بھر کر لا رہا تھا۔ باہر باغیچے میں بھی اسے چند لوگ کام کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ گھاس کو تراشا جا رہا تھا اور باغیچے کی باڑھ سے لپٹی بیل کی کانٹ چھانٹ ہو رہی تھی۔

"جان! خود کو اتنا ہلکان نہ کرو۔۔۔۔ مجھے صفائی پسند ہے لیکن اتنی نہیں کہ وہ ننھے منے بچوں کو تھکا دے۔"

جان اور اس کے سب بچے مسکرا دیے۔ بچوں سے کچھ دیر بات چیت کے بعد وہ ناشتہ کرنے لگا اور پھر اپنے گھوڑوں کے پاس آیا جو اس سے کافی خفا لگ رہے تھے۔

"نئی جگہ پر تمہیں لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نئے انداز سے مجھ سے ناراض ہو۔ سمجھے۔ چلو گاؤں گھومتے ہیں اور مس لائٹ بگ کو ڈھونڈتے ہیں۔" گھوڑے پر سوار ہو کر جب وہ گاؤں کی طرف جا رہا تھا تو جان بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"آپ دوپہر اور رات کے کھانے میں کیا کھائیں گے؟"

"جو تم کھلا دو۔۔۔۔"

"گراس سوپ چلے گا؟ جلے ہوئے، میرا مطلب بھنے ہوئے آلو ودھ چکن بون ساس؟" کہتے جان کے

سب ہی رات نظر آنے لگے۔

سیاہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے لگاموں کو ہاتھ میں لیے اس نے گردن کو نیچے جان کی طرف جھکا کر کہا۔

"ماؤنٹ کے سامنے دوبارہ کبھی یہ مینونہ دینا، ورنہ اس کی پچھلی اور اگلی دونوں ٹانگیں اٹھنے میں وقت نہیں لیں گی۔"

جان، ہی ہی کرتے ہوئے پوچھنے لگا "کیا آپ کا گھوڑا حس مزاح نہیں رکھتا؟"

"حس مزاح رکھتا ہے۔ اسی لیے تو ٹانگیں اٹھا دیتا ہے۔" لگام کو جھٹکا دے کر مسکراتے ہوئے آسکر گھوڑے کو آگے لے گیا۔

کافی دیر تک وہ گاؤں میں گھومتا رہا۔ دادا مسٹر جیمز ہیگ جب تک زندہ رہے وہ ہر سال گرمیوں میں یہاں آیا کرتے تھے۔ پاپا کبھی کبھار ان کے ساتھ آجایا کرتے تھے جبکہ باقی سب اس چھوٹے سے گاؤں کی نسبت ایڈن برگ فارم ہاؤس جانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس کی بہنیں جوزفین اور روزا ایک بار اپنی سہیلیوں کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔ جوزفین نے گھوڑے سے گر کر اپنا گھٹنا زخمی کرلیا۔ بس پھر وہ اس گاؤں سے اتنی نالاں ہوگئی کہ نہ کبھی خود آئی نہ آسکر اور روزا کو یہاں آنے دیا۔

گاؤں ویسے کا ویسا ہی تھا۔ البتہ کچھ لوگ جو پہلے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اب وہ بڑے ہو چکے تھے۔

"کیا دس سال پہلے مس لائٹ بگ کو بھی میں نے یہیں دیکھا ہوگا۔" اس نے دس سال پہلے کے اپنے ایک دن کے قیام کو یاد کرنا چاہا، جس میں گرینڈ پا اسے گاؤں میں لے کر گھومتے رہے تھے۔ وہ لمبی گھاس میں کھیلنے والے بچوں کے ساتھ کچھ دیر کھیلتا رہا تھا۔ وہ لوگ درختوں پر بھی چڑھتے رہے تھے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنی پینٹنگ پر کام کرتا رہا۔ اس کے عین سامنے جنگل تھا۔ کچھ دور ایک چھوٹی سی جھیل تھی جس کے کنارے بیٹھے بچے جھیل سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ جھیل کے اطراف گھاس کے قطعات گاؤں کے پھیلاؤ تک جاتے تھے۔ دور مسٹری کے باڑے کی بھیڑیں اسٹے یہاں سے بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

"دس سال پہلے مجھے بھیڑیں نامعقول کیوں لگی تھیں۔" برش کو روک کر آسکر نے سوچا۔ "اور اب یہ مجھے اتنی معقول بلکہ قابل قبول کیوں لگ رہی ہیں؟ گرینڈ پا ٹھیک کہتے تھے 'زندگی کی ابتدا جاننا چاہتے ہو تو کسی گاؤں میں قیام کرو، اگر اس پر اعتبار چاہتے ہو تو بھی۔ مجھے دونوں ہی صورتوں کے لیے یہاں قیام کرلینا چاہیے۔" اسٹروک لگاتے آسکر نے سوچا۔

رات کو کھانے کے بعد اس نے جان کو روک لیا۔

"کیا گاؤں میں کوئی ایسی لڑکی رہتی ہے جو کوئی ساز بجاتی ہے اور بہت سے جگنوؤں کو اکٹھا کرلیتی ہے؟"

"گاؤں میں جگنو بہت ہیں خاص کر جنگل میں..... وہ کہیں بھی آسکتے ہیں....."

"میں لڑکی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں، مسٹر جان.....!"

"لڑکیاں بھی بہت ہیں گاؤں میں..... مسٹر آسکر ہیگ.....!"

"اب مجھے معلوم ہوا کہ گرینڈ پا یہ کیوں کہتے تھے کہ اگر گاؤں سے کچھ چیزوں کو نکال دیا جائے تو وہ جنت نظیر ہوسکتے ہیں۔ ان کچھ چیزوں میں سے ایک تم بھی ہوگے....."

"نہیں مسٹر آسکر ہیگ! وہ میں نہیں ہوں، وہ تو وہ اجنبی ہیں جو گاؤں کے لوگوں کی سادگی کا مذاق اڑاتے ہیں، انہیں بدھو سمجھتے ہیں۔ دوم وہ راستہ ہے جو انہیں گاؤں تک لاتا ہے، سوم وہ گھوڑے جن پر بیٹھ کر وہ آتے ہیں۔"

آسکر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ "میں اجنبی نہیں ہوں۔ دوم بدھو میں، صرف تمہیں سمجھتا ہوں، سوم مجھے کافی پینے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

جان ہنس دیا اور کافی لینے چلا گیا۔ آسکر اٹھ کر کھڑکی تک گیا اور دور جنگل کو دیکھنے لگا۔ آج جنگل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں روشنی کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا تھا۔ "جنگل کس قدر اداس اور اکیلا لگ رہا

ہے۔" آسکر زیرلب بولا۔

اگلے دن وہ صبح ہی صبح اٹھ گیا تاکہ بے تھیون موسیقار کی طرح قدرت میں کھو کر اس سے کچھ اخذ کرسکے جیسے اس نے اپنی لازوال دھنیں تخلیق کی تھیں۔ وہ بھی کچھ باکمال پینٹنگز تخلیق کرسکے۔ لمبی گھاس پر اپنا سامان رکھ کر وہ پینٹنگ بنانے میں مصروف ہوگیا۔ اسے بار بار شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنے کام میں بری طرح سے مصروف ہے۔ یہ نشانی تھی اس کامیابی کی جو ایک بڑے مصور کے نصیب میں لکھی جانے ہی والی تھی۔

"اوہ! میں اپنے کام میں کس قدر غرق ہوں۔" وہ گاہے بگاہے خود کو یاد دلاتا بلکہ داد دے دیتا رہا۔ رات میں بھی کچھ وقت وہ اس تصویر پر کام کرتا رہا تھا۔ اس نے اپنا ایزل کھڑکی کے قریب رکھ لیا تھا اور جنگل کو نظروں میں رکھے وہ تصویر پر کامیابی سے کام کرتا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس پینٹنگ کو دیکھ کر پاپا اس کے فن کے بارے میں اپنا خیال بدل دیں گے۔

"وہ مجھے ایک عظیم آرٹسٹ مان لیں گے۔" اس نے یہیں تک خود کلامی کی تھی کہ ڈھیر سارا پانی اس عظیم تخلیق پر آکر پھیل گیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہوا اور غصے سے پیچھے مڑا' وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کے پیچھے لکڑی کا ڈول دونوں ہاتھوں میں لیے مس لائٹ بگ کھڑی اس کی تخلیق کو سراہ رہی ہیں.... اوہ برباد کررہی ہیں.... نہیں برباد کرچکی ہیں....

"تم نے میری بنائی ہوئی تصویر پر پانی پھینک دیا...." شدت غم سے اس کی آواز' صرف آواز نہ رہی۔

"میں نے اپنی تصویر پر پانی پھینکا ہے۔"

آسکر نے دو تین بار منہ کھولا کہ وہ اسے کچھ کہہ سکے' لیکن ایسے نادر شاہکار کے اس طرح ضیاع پر الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی نہیں۔ اسی دوران وہ آگے بڑھی اور ہاتھ سے پینٹنگ کے بچے کھچے حصے بھی برباد کردیے اور سارے رنگوں کو مسل دیا۔ آج جو اس نے ہیٹ پہنا تھا وہ اس کے سر پر اتنا زیادہ فکس تھا کہ لگتا تھا اسے کیلوں سے سر پر ٹھونک دیا گیا ہو۔ ہیٹ کا ربن اس کی ٹھوڑی پر ایسے بندھا تھا جیسے ٹھوڑی کو گرنے سے بچانے کے لیے سہارا دے رہا ہو۔ ایسی سادہ اور گنوار زیبائش پر آسکر بعدازاں ہنسنے کے لیے تیار تھا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا مس بگ؟" تصویر مکمل طور پر برباد ہوگئی تو وہ یہ کہنے کے قابل ہوسکا۔

"تم کون ہوتے ہو اس طرح میری تصویر بنانے والے؟"

"یہ تمہاری تصویر نہیں ہے۔ یہ جنگل میں ملنے والی ایک جادوگرنی کی تصویر ہے جو اپنے جادو سے جگنوؤں سے رقص کراتی ہے۔"

"میں جادوگرنی نہیں ہوں۔" اپنی آواز کو اس نے بلند ہونے سے روکا۔

"پھر تم نقل کرنے والی ہو۔ تمہیں پائیڈپائپر کی نقل کرتے ہوئے شرمندہ ہونا چاہیے۔"

"پائیڈپائپر آف ہیملن؟ اوہ! لیکن وہ تو پائپ بجاتا تھا۔ اس کی خدمات چوہوں کو شہر سے دور لے جانے کے لیے حاصل کی گئی تھیں جبکہ میں کسی خدمت پر مامور نہیں ہوں۔"

"تمہیں ننھے جگنوؤں کو پریشان کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ اگر تم خود چین کی نیند نہیں سونا چاہتیں تو تمہیں جگنوؤں کی نیند کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"اگر تم اپنی تخلیقی قوت اجاگر نہیں کرسکتے تو تمہیں حقیقی مناظر کی نقل سے باز رہنا چاہیے۔"

"میں پھر سے ایسی پینٹنگ بنالوں گا مس لائٹ بگ۔ میں نے جنگل میں ایک منظر دیکھا اور میں اسے کینوس پر لانے کا پورا پورا حق رکھتا ہوں۔"

"دوسروں کے راز کو افشا کرنے کا حق تمہارے پاس نہیں ہے۔"

"میں ایک مصور ہوں' شاہی محل کا ملازم نہیں' جو کئی رازوں کو کندھے پر اٹھائے پھرتے ہیں۔"

اپنی بات کو ٹھیک طرح سے سمجھا نہ پانے کی ناکامی سے ماریا کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے

ہونٹ کپکپا گئے اور اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ پانی کا خالی ڈول ہاتھ میں جھلاتے وہ بھاگنے لگی۔۔۔ لمبی سبز گھاس پر اگے سرخ چھوٹے پھولوں سے ہو کر گزرتی ہوا کی سرسراہٹ اور اس کی سفید فراک کی پھڑپھڑاہٹ نے اسے کینوس پر لانے کے لیے ایک اور منظر کا عکس دیا۔

"فلائٹ بگ! میری بات سنو... رکو..." وہ اس کے پیچھے بھاگا، لیکن وہ رکی نہیں اور اسے پھر سے اس کا بازو پکڑ کر روکنا پڑا۔

"میں دوبارہ یہ تصویر نہیں بناؤں گا۔"

"کسی کو یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم نے مجھے جنگل میں دیکھا... رات کو..."

"کیا تم یہ چھپانا چاہتی ہو...؟ ٹھیک ہے نہیں بتاؤں گا، لیکن کیا تم مجھے پھر سے جگنوؤں کا رقص دکھا سکتی ہو؟"

وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ "کیسا رقص... کون جگنو؟"

"میں نئے سرے سے راز افشا کرنے جارہا ہوں..." وہ اپنے کینوس کی طرف بڑھا۔

"اوہ یعنی کہ بورشے... میں تیار ہوں..." ماریا سادگی سے مسکرادی۔

☆ ☆ ☆

"یہ ساز میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔" وہ جنگل میں ماریا کے آنے سے کافی دیر پہلے آگیا تھا جبکہ وہ بہت بعد میں آئی تھی۔

"یہ میرے پاپا نے مجھے دیا تھا... یہ انہوں نے خود بنایا تھا۔"

"کیا وہ موسیقار تھے؟"

وہ ہنسی۔ "نہیں، وہ تو جہاز راں تھے۔ مسٹر البرٹ رائٹ۔ جب میں دو سال کی تھی تو چند جگنوؤں کو دیکھ کر تالیاں بجانے لگی اور دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگنے لگی۔ یہ بات انہیں کبھی نہیں بھولی کہ جگنو مجھے خوش کرتے ہیں بلکہ دیوانہ کردیتے ہیں۔"

"تو کیا انہوں نے کوئی جادو دیکھا اور یہ ساز بنادیا۔"

"نہیں... سمندر میں ایک جزیرے پر انہوں نے جگنوؤں کی بہتات دیکھی تو وہ مجھے یاد کر کے رونے لگے۔"

"تو یہ ساز مسٹر البرٹ رائٹ کو اس جزیرے سے ملا؟"

"ایسا بھی نہیں ہوا... جن درختوں اور پودوں کے گرد جگنو جمع ہو رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی درختوں کی لکڑی سے اسے بنانا شروع کیا۔ وہ سفر کے دوران فلوٹ بجایا کرتے تھے۔ پہلے انہوں نے فلوٹ کے ساتھ کچھ تبدیلیاں کرنی چاہیں تاکہ فلوٹ کی آواز سے جگنو کھنچے چلے آئیں، لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار وہ ایک نیا ساز بنانے میں کامیاب ہوگئے... یہ ساز... یہ دیکھو، یہ ہاتھ کی ہتھیلی میں سما جاتا ہے۔ ایک ہاتھ سے پکڑ کر بھی اسے آسانی سے بجایا جاسکتا ہے۔ یہ اس کا بڑا سوراخ ہے، اور یہ دو چھوٹے۔" ماریا نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ساز سامنے کیا۔ "وہ اسے بورشے کہنے لگے۔"

"بورشے... یہ کسی ساز کے نام کے بجائے کسی شہر کا نام لگ رہا ہے۔" وہ ہنس دیا۔

"شاید ایسا ہی ہو... ایک جہاز راں لفظوں کی گہرائی میں نہیں جاسکتا کیونکہ وہ تو سمندر کی گہرائی کو جانتا ہے۔" ماریا کو آسکر کی ہنسی مذاق اڑاتی ہوئی لگی۔

"میرے انداز نے تمہیں تکلیف دی ماریا...!"

"جب کوئی اپنی کسی پیاری چیز کے بارے میں بات کررہا ہو تو اس پر اعتراض کا نکتہ نہیں اٹھاتے۔" کہہ کر وہ جانے لگی۔ وہ اپنا ارادہ بدل چکی تھی۔ بورشے کو اس نے اپنی فراک کی جیب میں رکھ لیا تھا۔

"اگر تمہاری جگہ مسٹر البرٹ رائٹ ہوتے تو وہ یقیناً" میرے لیے خوشی سے بورشے بجاتے۔ وہ مجھے معاف بھی کردیتے۔" وہ رک گئی، مسٹر البرٹ کے نام نے شاید اسے جذباتی کردیا تھا۔

"کیا مسٹر البرٹ بھی جگنو اکٹھا کیا کرتے تھے؟"

"انہوں نے کوشش کی تھی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ وہ بورشے سے کوئی دھن نہیں بنا سکے

تھے۔ جس وقت وہ مجھے یہ دے کر گئے اس کے بعد وہ دوبارہ واپس نہیں آسکے تھے۔ انہیں اسی جزیرے میں دفنا دیا گیا تھا جہاں بورشے بنانے کا خیال انہیں آیا تھا۔"

مسٹر البرٹ رائٹ کی موت کے تذکرے پر کچھ دیر آسکر خاموش رہا۔ "پھر تم نے یہ دھن کیسے سیکھی؟"

"ایسے..." ماریا نے بورشے کو منہ سے لگالیا اور الٹے پیروں آسکر سے دور جانے لگی۔ اس کی مسکراہٹ اور اس کا بورشے دونوں ہی آفاقی تھے۔ وہ اتنی محویت اور خوش دلی سے بجارہی تھی کہ اسے لگا اگر وہ یہ کام ایسے ہی کرتی رہی تو جگنوؤں کے سنگ ستارے بھی آنے لگیں گے۔

آہستہ آہستہ جگنو دکھائی دینے لگے۔ بڑھتے بڑھتے وہ زیادہ ہوتے گئے۔ وہ اس کے گرد دائرہ بنانے لگے۔ اب وہ دھن کو بدل رہی تھی۔ دھن بدلتے ہی اس کے گرد بننے والا دائرہ کئی دائروں میں بٹ گیا۔ کچھ ہی دیر میں یہ دائرے چھوٹے چھوٹے کئی اور دائروں میں تقسیم ہونے لگے۔

وہ اس سارے منظر میں موجود تھا پھر بھی اسے گمان تھا کہ وہ کسی خواب کی کڑی میں ہے۔ وہ جو واقعی وہاں موجود تھی۔ وہ بہت مصروف بہت مگن تھی۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ کوئی آسکر ہیگ وہاں موجود ہے۔ اس کے باپ نے ایک ساز بنایا تھا۔ وہ اس ساز کو ناکام ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مسٹر البرٹ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ایسا کرسکے گی۔ وہ ایسا ہرگز نہ کرپاتی اگر وہ اسی جزیرے میں دفن نہ ہوتے جہاں سے یہ بورشے آیا تھا۔

"اگر تم ایک بھی جگنو کو لانے میں بھی کامیاب ہوگئیں تو سمجھ لینا کہ وہ جگنو میں ہی تھا۔"

ماریا نے مسٹر البرٹ کے الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھا۔ وہ سات سال کی تھی جب وہ پہلا جگنو لانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس کی عمر کے ساتھ ساتھ جگنوؤں کی تعداد بڑھتی گئی اور ایک رات اس نے اتنے جگنو اکٹھے کرلیے تھے کہ وہ انہیں دیکھ کر بے ہوش ہوگئی تھی۔

یہ رات ایوا کی سالگرہ کی رات تھی۔ مسٹر اینڈ مسز ولسن کی سب سے لاڈلی بیٹی کی سالگرہ کی رات۔ جس وقت وہ سب بچوں کے ساتھ گھر کی باڑھ کے پاس بیٹھی کیتھی کا وائلن سن رہی تھی، اس وقت اسے خیال آیا کہ اسے بھی اپنے ساز کی رونمائی کرنی چاہیے۔ ایوا کی سالگرہ کے نام ایک دن اسے بھی بجانا چاہیے۔

بورشے کو اپنی جیب سے نکال کر وہ باڑھ کے کنارے کنارے گھومتے اسے بجانے لگی۔ اس کی محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ تک نہیں دیکھ سکی کہ کچھ بچے ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے تھے، کچھ خوشی سے اچھل رہے تھے اور کچھ منہ کھولے جگنوؤں کی فوج کو باڑھ کے گرد آتے اور ماریا کے ساتھ ساتھ سفر کرتے دیکھ رہے تھے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے اطراف دیکھا تو اس کے اپنے ہوش جاتے رہے۔

اس رات کے بعد اس کے بورشے بجانے پر پابندی لگادی گئی۔ کچھ رشتے دار جو پہلی بار وہاں آئے تھے انہوں نے دیر تک ماریہ کو زیر بحث رکھا، لیکن وہ پھر بھی چھپ کر اسے بجاتی رہی۔ ایک رات چند اجنبیوں نے اسے دیکھ لیا اور انہوں نے گاؤں والوں سے استفسار کیا کہ کیا وہ جادوگرنی ہے۔

"یہ ایک ساز ہے انکل ولسن... آپ جانتے ہیں یہ میرے لیے کتنا خاص ہے۔"

"یہ صرف ایک ساز نہیں ہے ماریہ... کیا تم چاہتی ہو کہ تم جادوگرنی کے نام سے جانی جاؤ۔"

"مجھے پروا نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں... کیسی افواہیں پھیلاتے ہیں..."

"افواہیں بدنصیبی بن جایا کرتی ہیں ماریہ... مت بھولو کہ جادوگرنیوں کو زندہ جلادیا گیا تھا..."

"یہ کوئی جادو نہیں ہے انکل...!"

"یہ ان کے لیے جادو ہی ہے جو اس سے انجان ہیں۔"

"کیا میں اسے کبھی نہ بجاؤں...؟"

"تم پیانو بجالیا کرو، کیتھی سے وائلن سیکھ لو..."

"اور بورشے؟"

"بورشے کو سنبھال کر رکھو۔ یہ البرٹ کی نشانی ہے۔" انکل ولسن نے دوٹوک کہا۔

مسٹر البرٹ رائٹ کی نشانی کو وہ چھپا کر نہیں رکھ سکی' بلکہ خود چھپ کر جنگل میں آجایا کرتی۔

"تمہیں جنگل سے ڈر نہیں لگتا؟" جب وہ اس کے گھر کے پاس پہنچ گئے تو آسکر نے ماریا سے پوچھا۔

کھڑکی کو آہستگی سے کھول کر' اس میں سے کود کر ماریا نے گردن موڑ کر آسکر کو دیکھا۔ "کون سا جنگل؟"

آسکر مسکرا دیا اور پلٹ کر جانے لگا۔

"مجھے صرف اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ مجھ سے بورشے چھین لیا جائے گا۔ بورشے مجھ سے دور ہو جائے گا۔" اس نے گردن کھڑکی سے باہر نکال کر سرگوشی میں کہا اور کھڑکی بند کردی۔

"مجھے بھی اسی بات سے ڈر لگنے لگا ہے کہ تم سے تمہارا بورشے نہ چھین لیا جائے۔ وہ تم سے دور نہ کر دیا جائے۔" اس کی بند کھڑکی کو دیکھ کر وہ اپنے گھر لوٹ آیا۔ کرسی پر بیٹھا جان اونگھ رہا تھا۔ اس کے بے آواز قدموں کی چاپ پر بھی وہ چونک گیا۔

"آپ کہاں گئے تھے؟" جان نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"جنگل کی سیر کرنے....."

"رات کے اس پہر.... سیر کرنے؟"

"میں یہ دیکھنے گیا تھا کہ جنگل رات کو سوتا ہے یا نہیں....."

"کیا وہ سویا ہوا ملا.....؟"

"نہیں..... وہ محو رقص ملا....." اپنا ہیٹ اتار کر اس نے جان کے سر پر رکھا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

راہداری کی موم بتیاں گل کرتے ہوئے جان منہ ہی منہ میں گنگنا اٹھا..... بورشے..... بورشے..... بورشے.....

☆ ☆ ☆

اگلے دن وہ مسز فلورا کے باغیچے میں انگور توڑ رہی تھی جب آسکر اپنے گھوڑے پر آیا۔

"کیا تم کسی کے انگور چرا رہی ہو؟"

"ہاں! کیا تم مجھے پکڑوانا چاہتے ہو.....؟"

"نہیں! میرا خیال ہے' مجھے بھی تمہارے ساتھ مل کر چوری کرنی چاہیے....." وہ گھوڑے سے کودا۔

"تین چور پہلے ہی ان بیلوں کے پیچھے موجود ہیں۔" مسز فلورا ہنستے ہوئے انگور کی بیل سے باہر نکل آئیں۔ ساتھ ہی ماریا کی چچا زاد بہنیں ایوا اور کیتھی بھی۔ اس نے بھی ہاتھ میں ایک ٹوکری پکڑلی اور انگور توڑنے لگا۔

"مسٹر آسکر! ہم میٹھے انگور کھانا چاہتے ہیں' کھٹے نہیں۔" مسز فلورا نے آسکر کی ٹوکری کی طرف سر جھکا کر کہا۔

وہ ماریا کے قریب ہو کر پوچھنے لگا۔ "پہلے خوشے سے انگور توڑ کر چکھوں کہ کون سا میٹھا اور کون سا کھٹا ہے پھر خوشے کو توڑوں.....؟"

ماریا سے پہلے انگور کے پتوں میں چھپی ایوا کھلکھلا کر بولی۔ "آپ سب انگور کھا جائیں گے تو ٹوکری میں کیا بچائیں گے.....؟"

آسکر نے بے چارگی سے ماریا کی طرف دیکھا جو انگور کے خوشے تک جاتی' سونگھتی اور پھر توڑتی۔

اس نے اس کی ٹوکری سے انگور نکال کر کھائے۔

"یہ سب میٹھے ہیں' لیکن تمہیں کیسے پتا چلتا ہے کہ یہ میٹھے ہیں؟"

ماریا ایک اور خوشے کے قریب ہوئی اور پھر یک دم اسے توڑ کر ٹوکری میں رکھ لیا۔ "ایسے....." اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ بھی مسکرانے لگا اور اپنی ناک کو خوشوں تک بلند کرنے لگا۔

"میں دس سال پہلے گرینڈ پا کے ساتھ یہاں آیا تھا تو یہ گاؤں مجھے اتنا اچھا نہیں لگا تھا جتنا یہ اب لگ رہا ہے۔"

"شاید اب آپ عقل مند ہو گئے ہیں۔" کیتھی نے بیلوں کے جھنڈ میں سے سر نکال کر کہا۔

"تمہارے گاؤں کو ناپسند کرنے کی کوئی ایک وجہ تو بتائیں مسٹر آسکر؟" انگوروں سے بھری ٹوکری لے کر

ایوا سامنے آکر پوچھنے لگی۔ مسز فلورا اور ماریا بھی اپنا ہاتھ روک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے باری باری چاروں خواتین کو دیکھا۔

"ناپسند کرنے کی وجہ تو اب یاد نہیں، لیکن پسند کیے جانے کی وجہ معلوم ہے۔ "....بورشے...."

ماریا سہم سی گئی۔ ایوا، کیتھی اور مسز فلورا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر مسز فلورا نے اپنی انگلی ہونٹوں تک لے جاکر شش کہا۔ "اجنبی بورشے کے بارے میں بات نہیں کر سکتے۔"

"میں اجنبی نہیں ہوں۔ یہ میرے گرینڈپا کا گاؤں ہے۔ میرا بھی گاؤں ہے۔"

"ناشائستہ اجنبی بورشے کو تماشا سمجھتے ہیں اور شائستہ اجنبی اسے محض ایک نمائش قرار دیتے ہیں۔" انہوں نے مزید کہا۔

"بورشے تماشا یا نمائش ہرگز نہیں.... یہ تو وہ ساز ہے، جو روشنیاں اکٹھی کرتا ہے۔"

اس دوران ماریا انگوروں کی بیل میں گم ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس نے برا مانا ہے۔ اسے نہیں بتانا چاہیے تھا۔ اس نے غلط کیا، وہ جان گیا۔ وہ اپنی ٹوکری لیے ماریا کو انگور... کے پتوں کو ہاتھ سے پرے کرتے ڈھونڈنے لگا، لیکن نہیں ڈھونڈ سکا۔ جب بیلیں اسے الجھانے میں کامیاب ہو گئیں تو اس نے اتفاق سے ماریا کو بیل سے نکل کر باہر جاتے دیکھ لیا۔ وہ سخت ناراض تھی، اس کی ناراضی اس کے ہیٹ کے گلابی ربن کے ارتعاش سے ظاہر تھی۔ اس کی کمر کا بے ضرر خم، کچھ نمایاں سا ہو گیا تھا۔

جب سب نے مل کر انگوروں کا رس نکالا اور ایوا اور کیتھی نے مل کر انگور... کے خوشوں کو اپنے اپنے ہیٹ پر ٹکا لیا تب بھی ماریا نے اس سے بات نہیں کی۔ بلکہ وہ اٹھی اور اپنی ٹوکری لے کر غائب ہو گئی۔ وہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا پیچھا کرنے لگا، لیکن وہ اسے نہیں ملی۔

"گاؤں والے ٹھیک کرتے ہیں، وہ اجنبیوں کو اپنے رازوں میں شریک نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں بڑے شہروں سے آنے والے گاؤں کے رازوں کو چھوٹا سمجھ کر بے نقاب کر دیں گے۔"

رات کو کھانا کھانے کے بعد اس نے جان کو پھر سے اپنے پاس بٹھا لیا۔ "جب ماریا ننھی سی بچی تھی اور بورشے بجاتی تھی تو تمہیں کیسا لگتا تھا۔"

جان نے چونک کر آسکر کو دیکھا۔ "آپ کا بستر ٹھیک کر دوں یا آپ کام کریں گے؟"

"نہ مجھے کام کرنا ہے نہ سونا ہے۔ برائے مہربانی جان! میری بات کو ٹالو مت، ایسے نظرانداز نہ کرو۔"

جان نے گہرا سانس لیا۔ "ماریا ایک بہت پیاری بچی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔"

"میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"ایک بار سرکس کے کچھ لوگ اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گی۔"

"او جان! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے راز ہی رکھوں گا۔"

جان نے پھر سے گہرا سانس لیا۔ وہ ابھی بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔ "مجھے نیند آرہی ہے.... مجھے صبح جلدی اٹھنا ہو گا...."

"بورشے سے نکلی پہلی دھن کے لیے.... خدا کے لیے جان...."

"ہم سب کے لیے یہ معمول کی بات تھی کہ وہ بہت اچھا بورشے بجانے لگی ہے۔ اکثر شام کو بجاتی تھی۔ چند جگنو بھی آنے لگے تھے۔ سرِشام اس کا بورشے سننے کی ہمیں عادت ہو چکی تھی.... بس.... ایک رات اس نے اتنے زیادہ جگنو اکٹھے کر لیے کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ مسٹر ولسن نے اسے منع کر دیا اور ٹھیک ہی کیا۔"

"ٹھیک ہے جان! تمہارا شکریہ...."

جس وقت جان رات کے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا رہا تھا، ٹھیک اسی وقت آسکر اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر کود کر ماریا کے گھر کی

طرف جا رہا تھا۔ ماریا کے گھر کی باڑھ پھلانگ کر وہ اس کے کمرے کی کھڑکی کو ہاتھ سے بجانے لگا۔ کھڑکی فوراً کھل گئی اور اس نے غصے سے سر باہر نکالا۔

"انکل جاگ جائیں گے۔ مسٹر آسکر آپ کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے۔ آپ میری زندگی مشکل کررہے ہیں۔"

"مس ماریا! میں معافی مانگنے آیا ہوں۔ آپ میری شرمندگی میں اضافہ کررہی ہیں۔"

"آج کی رات اس دنیا کی آخری رات نہیں ہے، آپ کل صبح تک انتظار کرسکتے تھے۔"

"لیکن جگنو صبح تک انتظار نہیں کریں گے... میں شدت سے بورشے سننا چاہتا ہوں۔"

"بورشے آپ کا ملازم نہیں ہے جو آپ کے ہاتھ کی تالی پر بجے گا۔"

"بورشے میری دوست کا ساز ہے جو میری درخواست پر ضرور بجے گا۔"

کھڑکی کے پٹ سختی سے بند کردیے گئے۔ سختی سے ہی ان پر دوبارہ دستک دی گئی۔

"میں سونا چاہتی ہوں..."

"میں بورشے سننا چاہتا ہوں ورنہ صبح تک یہاں کھڑا رہنا چاہتا ہوں۔" دونوں ہاتھ سینے سے نیچے مودبانہ باندھ کر آسکر نے کندھے اچکا دیے، جب کہ کھڑکی کو پھر سے بند کردیا گیا۔

"میں شرمندہ ہوں۔" کھڑکی پر دستک دے کر اس نے پھر سے کہا۔

کھڑکی کھلی اور بورشے والا ہاتھ باہر آیا۔ "یہ لیں اور جا کر بجائیں۔" کھڑکی بند ہوگئی۔

بورشے کو ہاتھ میں لے کر وہ مسکرانے لگا اور ٹہلتے ہوئے بجانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے بورشے سے کچھ ایسی دھن نکالی کہ باڑے کی رکھوالی کرتے کتے زور زور سے بھونکنے لگے۔ رات کا پہلا پہر بیت گیا اور وہ دیر تک ادھر ادھر ٹہل کر کتوں کو اور زیادہ زور سے بھونکنے پر مجبور کرتا۔ پھر کھڑکی کے راستے ہی کمرے میں واپس آکر بورشے کو تکیے کے نیچے رکھ کر سو گیا۔

آسکر دی ہیگ سفید بستر میں دھنسا سو رہا ہے اور یہ بھول رہا ہے کہ وہ یہاں ایک عظیم مصور بننے آیا تھا۔ اسے کچھ شاہکار تصویریں بنانی تھیں۔ تصویر تخلیق کرنا تھا، خیال میں کمال کرنا تھا، لیکن اب وہ بورشے کو تکیے کے نیچے رکھے سو رہا ہے۔ اس کے رنگ اور کینوس اور سب برش اسے دیکھ رہے ہیں اور وہ سو رہا ہے...

پہلے سے میٹھی نیند... میٹھی ترنیند...

اگلی صبح وہ اٹھا ہی تھا کہ جان اس کے پاس آگیا۔

"ماریا کافی دیر تک انتظار کرتی رہی... وہ صبح سے پانچ چھ بار آچکی ہے۔"

آنکھیں مسلتے اس کے ہاتھ رک گئے۔ "ماریا کی صبح کب ہوتی ہے جان، جو وہ اتنی سی صبح میں بھی پانچ چھ بار آچکی ہے؟"

"وہ کافی پریشان اور بے چین تھی۔"

"تبدیلی کے لیے کبھی کبھی پریشان ہوجانا چاہیے، اس سے نعمتوں کی قدر بڑھ جاتی ہے۔"

وہ جانتا تھا وہ کیوں پریشان اور بے چین ہے۔ کمرے میں واپس آکر اس نے اس کا بورشے چھپا دیا۔ تیار ہوکر وہ ٹہلنے کے لیے باہر آیا تو اسے دور سے ماریا اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ جب کہ اسے دیکھتے ہی آسکر نے اپنا رخ بدل لیا اور تیزی سے دوسری سمت جانے لگا۔ اپنے پیچھے اسے ماریا کی آوازیں آرہی تھیں وہ اسے رک جانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ آسکر نے اپنی رفتار تیز کرلی۔ اسے ماریا اپنے پیچھے بھاگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بے اختیار اس نے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

بورشے... بورشے... بورشے...

"مسٹر آسکر! میں کب سے آپ کو رک جانے کے لیے کہہ رہی ہوں۔" پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ اس کی نیلی فراک اور سفید ہیٹ ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اس کی فراک کی سامنے کی جیب جس میں بورشے نامی چیز ہمہ وقت پڑی رہتی

تھی۔ خالی خالی سی تھی۔

"آہا ماریا..... کیوں رک جانے کے لیے کہہ رہی تھیں مجھے؟"

"میں ساری رات سو نہیں سکی..... میرا بورشے مجھے واپس کردیں....."

"لیکن وہ تو تم نے مجھے خود دیا تھا....."

وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ "مجھے وہ واپس کردیں....."

"کس لیے..... وہ تو؟ اب میرا ہے....."

"میں غصے میں تھی..... اب وہ مجھے واپس کردیں....."

"میں نے کل رات اسے کہیں رکھا تھا اور بھول گیا۔ جیسے ہی مجھے یاد آئے گا کہ کہاں' میں دے دوں گا۔"

"ایسا نہیں ہوسکتا..... بورشے رکھ کر بھول جانے والی چیز نہیں ہے....." غصہ اس کے گالوں پر کھل کھل گیا۔

"بورشے سن کر بھول جانے والی چیز بھی نہیں ہے مس ماریا! اگر کوئی مجھے آج رات بورشے سنادے تو شاید مجھے یاد آجائے کہ وہ کہاں رکھا ہے۔" اس نے کندھے جھٹک کر کہا۔

غصے سے ماریا کے گال اور سرخ ہوگئے اور وہ تیزی سے جانے کے لیے پلٹی۔ آسکر کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ وہ تقریباً" بھاگ رہی تھی۔ آسکر بھی اس کے پیچھے بھاگا کیونکہ وہ اس کے گھر کی طرف جارہی تھی۔

جس وقت وہ گھر پہنچا وہ اس کے کمرے میں تن دہی سے بورشے ڈھونڈنے میں مصروف تھی۔ جان اسے باز رکھنے میں بری طرح سے ہلکان ہوچکا تھا لیکن وہ باز نہیں آرہی تھی۔ وہ کمرے کے دروازے میں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا ہوگیا۔ بورشے فی الحال اسے نہیں مل سکتا تھا کیونکہ وہ دیوار پر ٹنگی تصویر کے پیچھے تھا۔ اس تصویر کی طرف ماریا دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔

"انکل جان! مجھے میرا بورشے چاہیے۔" کمرے کو تہ و بالا کرنے کے بعد اسے خیال آیا کہ انکل جان سے پوچھ لینا چاہیے۔

"بورشے.....؟" جان نے پہلے اس کی طرف پھر آسکر کی طرف دیکھا۔ آسکر نے تو فوراً" لاعلمی سے کندھے اچکادیے۔

"ماریا! تم تو کسی کو بورشے کو ہاتھ لگانے نہیں دیتیں تو پھر وہ یہاں کیسے آگیا؟"

ماریا نے ایک تیز نظر آسکر پر ڈالی اور انکل جان کو یہ بتانہ سکی کہ وہ اس نے خود ہی اسے دیا تھا۔ وہ پھر سے کمرے پر نظر دوڑانے لگی اور اس بار اس کی نظر میز پر رکھے ہوئے ان چند ڈبوں تک گئی جن میں رنگ تھے۔ جتنی تیزی سے اس نے ان ڈبوں کو کھولا اتنی ہی تیزی اور فراغت سے وہ ڈبے اپنے رنگ سمیت اس پر اچھلے۔ اور وہ کھڑی کھڑی..... سبز..... نیلی..... سرخ..... ہوگئی..... اس کی سوتی فراک پر کچھ غیر ارادی تصویریں ابھر آئیں اور اس کا بورشے تصویر کے پیچھے خاموشی سے چھپا اس تصویر کشی پر آنکھیں پٹ پٹانے لگا اور پھر وہ تینوں ایک ہی وقت میں ہنس دیے۔

جان..... بورشے..... اور آسکر.....

☼ ☼ ☼

انکل ولسن دیکھ رہے تھے کہ ماریا کس قدر بے چین ہورہی ہے۔ وہ کبھی یہاں بیٹھتی کبھی وہاں۔ کچھ دیر پہلے وہ ان کے سامنے کتاب لے کر بیٹھی تھی' پھر وہ کتاب چھوڑ کر پیانو بجانے لگی تھی۔ اس نے پیانو کو اس انداز میں بجایا کہ ایوا کی فراک کے لیے پھول کاڑھتے' آنٹ کے ہاتھ سہم کر تھم گئے۔ "ماریا ڈیئر..... تم یہ تکلیف نہ کرو..... مجھے پیانو سے پیار ہے..... میں اسے پیارا ہی رہنے دینا چاہتی ہوں۔"

انکل ولسن بے ساختہ ہنس دیے۔ "لیڈی ماریا اگر یہ پیانو ایسے ہی بجتا رہا تو امید ہے حکومت اس کے استعمال پر پابندی لگادے گی۔"

ماریا ان سنی کرتے ہوئے پیانو بجاتی رہی۔ ایوا اور کیتھی اپنی ہنسی دبائے اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئیں۔ "بورشے نہیں ملا؟"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"نہیں......" اس نے غصے سے کہا۔

"مسٹر آسکر ہمارے گاؤں میں مہمان ہیں ماریا! تمہیں انہیں معاف کردینا چاہیے تھا۔"

ماریا نے اور تیزی سے پیانو پر انگلیاں مارنی شروع کردیں کہ آنٹ تو اٹھ کر باہر ہی چلی گئیں اور انکل ولسن نے خود کو اس صورت حال سے لطف اندوز ہونے دیا۔ شام گزر گئی اور رات آگئی۔ ایوا سے اپنی مسکراہٹ چھپائے رکھنا مشکل ہوگیا تو رات کا کھانا کھاتے ہوئے اس نے میز کے نیچے سے ہاتھ لے جاکر ماریا کے ہاتھ میں آسکر کا دیا رقعہ تھمایا۔

"بورشے ملنے کا پتا...... جنگل...... وقت...... رات۔"

انکار کی صورت میں 'میرا گھوڑا' بورشے اور آئر لینڈ۔

ماریا نے رقعے کو مٹھی میں بھینچ لیا۔ بورشے ملنے کا پتا "مردہ لاش۔" وقت 'رات۔

دونوں مٹھیوں کو بھینچے ہوئے وہ تیز تیز جنگل کی طرف جارہی تھی۔ غصے کی زیادتی نے اسے دوبارہ ابھا کر گرا دینا چاہا تھا لیکن وہ اپنا غصہ کم نہیں کرسکی۔ جب وہ جنگل میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں وہ کھڑی ہو کر بورشے بجایا کرتی تھی تو اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر تک وہ انتظار کرتی رہی پھر گھر جانے کے لیے واپس پلٹی اور ایک درخت 'اوہ مسٹر آسکر سے ٹکرا گئی۔

"مجھے انتظار کرنے کی عادت نہیں ہے...... میرا بورشے کہاں ہے؟"

"مجھے انتظار کی عادت ہے...... میرے جگنو کہاں ہیں؟"

ماریا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "تمہارے جگنو؟ وہ میرے جگنو ہیں سمجھے۔ صرف میرے ہیں وہ۔ تم ساری عمر بھی لگادو تو دو جگنو نہیں لاسکتے۔"

آسکر ہنس دیا۔ "میں تمہاری آنکھوں کے جگنوؤں کی بات کررہا ہوں۔ آج ان میں جگنوؤں کی جگہ چنگاریاں کیوں ہیں؟"

"مجھے بورشے واپس چاہیے......"

"مجھے جگنو......"

وہ غصے سے پیر پٹختی واپس جانے لگی تھی کہ پیچھے سے اسے بورشے بجنے کی آواز آئی۔ وہ بے اختیار پلٹی اور پھر بے ساختہ مسکرادی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ بورشے کو اتنے بھونڈے طریقے سے بھی بجایا جاسکتا ہے۔ آسکر منہ بورشے سے لگائے ٹھیک اسی کے انداز کی نقل کرتے ہوئے بجارہا تھا۔ اسی کی طرح گھوم رہا تھا' اسی کی طرح اپنی غیر حاضر فراک کو لہرا رہا تھا' ہیٹ کو بلند کررہا تھا۔ ماریا مسکراتے مسکراتے قہقہے لگانے لگی۔ پھر جب جنگل سے جھینگروں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئی۔

"میں اسے کبھی بھی نہیں بجاسکتا ماریا! اس لیے تم ایک بار پھر سے میرے لیے اسے بجادو......" وہ اس کے قریب آیا اور بورشے کو اس کے آگے کیا۔

"اسے ہر وہ انسان بجاسکتا ہے، جو روشنی کو پانا چاہتا ہے۔"

آسکر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور مسکرادیا۔

"تمہیں فلسفیوں جیسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

"انکل ولسن کہتے ہیں' روشنی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ہماری زندگی میں بہار کو قائم رکھتی ہے۔"

آسکر نے سرہلادیا۔ "میں بھی اپنی زندگی میں بہار کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں میں بورشے کبھی نہیں بجاسکوں گا۔ لائٹ بگ تو نہیں لیکن رئیل بگ ضرور مجھے کاٹ کھائیں گے۔"

"آج میں ایک نئی دھن بجاتی ہوں۔"

"کیا آج جگنو نہیں آئیں گے......؟"

"آئیں گے لیکن صرف تمہارے لیے......"

وہ درخت کی اوٹ میں ہوگئی اور جیسے اسٹیج ڈرامے سے پہلے گرے ہوئے پردے کو اٹھایا جاتا ہے' ایسے ہی درخت کو پیچھے کرکے وہ درمیان میں آکر کھڑی ہوگئی اور فراک کے ایک کنارے کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر تھوڑا بلند کرلیا اور پیروں سے زگ زیگ بناتے' لہراتے' چلتے' پھدکتے' بورشے بجانے لگی۔ کچھ ہی دیر میں اس کے دوست آنے لگے۔ پہلے وہ

شاخوں پر ہی اڑتے رہے پھر وہ نیچے آئے اور آسکر کے سر پر بیٹھنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں آسکر وہ پہاڑ بن گیا جس پر جگنوں بسیرا کیے ہوئے تھے۔ ماریا اس کے گرد گھومتے، بورشے بجاتے اپنے ہاتھ کے اشارے سے حرکت نہ کرنے کا کہہ رہی تھی۔ ایک بھی جگنو ماریا کی سمت نہیں بڑھا تھا۔ سب جگنو آسکر پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ اور وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ ماریا کی دبی دبی شرارتی مسکراہٹ کو وہ آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ جان گیا کہ ماریا اس سے بورشے کو چھین لینے کا بدلہ لے رہی ہے۔

اس کے ایسے معصومانہ انتقام پر وہ سر کو خم دے کر رہ گیا اور ترچھی آنکھوں سے اسے فراک کا کونا ہاتھ میں پکڑ کر لہراتے دیکھتا رہا۔ جب ایک آخری جگنو بھی آسکر کی ناک پر آکر بیٹھ گیا تو...... "گڈ نائٹ مسٹر لائٹ بگ۔" ہاتھ لہرا کر وہ بھاگ گئی۔

مسٹر لائٹ بگ، جنگل میں سارے بگوں شگوں کو اپنے ساتھ لپیٹے کھڑا رہا۔ اور وہ مسکراتے رہے...... مسکراتے رہے...... بھلا کون......؟

جگنو...... جنگل...... اور آسکر......

☆ ☆ ☆

مسٹر بروک البرٹ خود تو نہیں آئے تھے لیکن روز اور جوزفین اپنی لاڈلی دوست ازابیلا کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے آچکی تھیں۔

"آپ نے ہمیں یاد نہیں کیا؟" روز اس سے شکایت کر رہی تھی۔

"یہ بھی کوئی کرنے کا کام ہے......" وہ اپنی چھوٹی بہن کے گال پر چٹکی بھرے بنا نہیں رہ سکا۔

"تو یہ ہے وہ گاؤں، جسے ہمیں سزا دینے کے لیے تم نے چنا آسکر۔" اس کا جائزہ لینے کے بعد جوزفین نے کہا۔

"اگر یہ گاؤں سزا ہے تو میں اس سزا کو طویل کرنا چاہوں گا۔"

"آپ بات کو اپنے حق میں کرنا جانتے ہیں مسٹر آسکر۔" ازابیلا دستانوں میں لپٹی اپنی نازک انگلیوں کو منہ پر رکھ کر ہنس دی۔

"ہم یہاں دو دن آرام کریں گے پھر آپ ہمارے ساتھ جائیں گے۔" روز نے اپنی بچکانہ سی آواز کو حکمیہ بنا کر کہا۔

آسکر ہنس دیا۔ "میں نے ایک بھی پینٹنگ نہیں بنائی روزا۔"

"اتنے دنوں سے آپ نے ایک بھی پینٹنگ نہیں بنائی؟ پاپا ٹھیک کہتے ہیں آپ صرف خواب دیکھتے ہیں، لیکن آپ ان کی تعبیر حاصل نہیں کر سکتے۔"

خلاف معمول آسکر نے اس طنز کو خوش دلی سے سنا اور جواب میں مسکرانے لگا۔ جوزفین نے غور سے اسے دیکھا جس کا خون اتنا گرم رہتا تھا کہ وہ پاپا کی ایسی باتوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"جگہ کی تبدیلی نے تم پر اچھے اثرات مرتب کیے ہیں آسکر...... تم مسکرائے جا رہے ہو۔" جوزفین کہے بنا نہ رہ سکی۔

شام کو وہ چاروں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں دیکھتے رہے۔ روز اور جوزفین کی تو گاؤں کے بارے میں ابھی بھی وہی رائے تھی لیکن ازابیلا کو گاؤں کافی اچھا لگا۔ ویسے بھی اسے ہر وہ چیز اچھی لگتی تھی جو آسکر کو اچھی لگتی تھی۔ آسکر جس جس طرف دیکھ رہا تھا، وہ بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔

راستے میں انہیں ایوا، کیتھی اور ماریا ملیں تو وہ فوراً گھوڑے سے کود کر ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے گھوڑے سے کودنے میں ایسی تیزی اور ان تینوں کے ہاتھوں کو آنکھوں تک لے جانے میں اتنی عجلت نمایاں تھی کہ جوزفین نے سختی سے لگام کو پکڑا اور ازابیلا نے ایک نظر ان تینوں کو دیکھ کر اپنی مسکراہٹ کو مدھم کر لیا۔ روز ابھی فوراً آسکر کے پیچھے گھوڑے سے اتر گئی اور ان تینوں سے تعارف حاصل کرنے لگی۔ جوزفین اور ازابیلا نے کچھ وقت لیا تعارف کی تکمیل میں۔ ایوا نے انہیں اپنے گھر پر چائے کی دعوت دی۔ جو روزا نے فوراً قبول کر لی۔

گھر واپسی پر جوزفین پرسوچ انداز سے آسکر کو دیکھتی رہی جبکہ ازابیلا کچھ بے چین سی رہی۔ دونوں ہی شام سے کوئی دس بار بہانے سے کہہ چکی تھیں کہ انہیں واپس چلے جانا چاہیے۔ فلاں رقص اور فلاں گھڑ دوڑ کا دن قریب آنے ہی والا ہے لیکن آسکر نے واپسی میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس نے انہیں وہاں رکنے پر مجبور بھی نہیں کیا۔

☼ ☼ ☼

آسکر جانے کے لیے تیار نہیں تھا تو وہ بھی تیار نہیں ہوئیں۔ روزا کا البتہ بہت دل لگ گیا تھا۔ وہ ایوا اور کیتھی کے ساتھ گاؤں میں گھومتی رہتی تھی۔ ان ہی کے ساتھ اس نے قریبی قصبے میں ہونے والی تقریبات میں حصہ لیا تھا۔ ویسے بھی روزا ہر اس چیز کو پسند کرتی تھی جسے آسکر کرتا تھا۔ ماں کی موت کے بعد آسکر اور روزا' دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے تھے۔ جوزفین کی البتہ اپنی پسند ناپسند تھی۔ اسے نشست و برخاست اور لباس کی بہت فکر رہا کرتی تھی۔ زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی وہ بہت نازک مزاج ہوتی جارہی تھی۔

ایک دن وہ اور ماریا اپنے اپنے گھوڑوں پر قریبی گاؤں سیر کرنے جارہے تھے کہ جوزفین نے آسکر کو اتنے ناگوار انداز سے آواز دے کر رک جانے کے لیے کہا کہ آسکر اسے نظر انداز نہیں کرسکا۔ واپسی پر وہ جوزفین سے بات کیے بنا نہیں رہ سکا۔

"ماریا میری دوست ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس کے سامنے ایسے سخت انداز میں بات کی جائے۔"

"میں نے تم سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تمہاری واپسی کب تک ہوگی؟"

"اگر یہی پوچھا ہوتا تو مجھے برا نہ لگتا جوزفین۔ رنگ سب ہی اچھے ہوتے ہیں' برا تو انہیں غلط اسٹروک کردیتے ہیں۔"

جوزفین خاموش ہوگئی۔ "تم کب واپس جانا چاہتے ہو......"

"میں نے ابھی طے نہیں کیا۔"

"تم جانتے ہو کہ روزا تمہارے بغیر نہیں رہتی۔ اس کے سب ٹیوٹرز یہاں تو اسے سبق دینے نہیں آئیں گے نا......"

آسکر نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلایا۔ "تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ تم لوگوں کو اب لوٹ جانا چاہیے۔"

جوزفین نے بے یقینی سے آسکر کو دیکھا۔ "کیا تم ہمیشہ یہاں رہنا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا نا جوزفین! میں نے ابھی کچھ طے نہیں کیا۔"

اگلے دن روزا اس سے ضد کررہی تھی کہ اب انہیں واپس چلنا چاہیے۔ وہ روزا کی بات کم ہی ٹالا کرتا تھا۔

"تمہیں یہ جگہ پسند نہیں آئی؟"

"ہم یہاں پھر آجائیں گے۔ پاپا بھی وہاں اکیلے ہیں۔ کیا تمہیں پاپا یاد نہیں آتے۔ کیا تم اپنے دوستوں کو بھی بھول چکے ہو؟"

آسکر روزا کو اپنے کسی بھی جواب سے مطمئن نہیں کرسکا۔ اس تمام عرصے میں ازابیلا صبر سے انتظار کرتی رہی کہ آسکر کبھی اسے بھی اپنے ساتھ گھڑ سواری کی دعوت دے گا یا اسے اپنی کوئی آدھی ادھوری پینٹنگ ہی دکھا دے گا۔

☼ ☼ ☼

رات کو جب وہ باری باری اپنی دونوں بہنوں اور ازابیلا کو شب بخیر کہہ چکا تو اپنے کمرے میں آکر جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔ جان کے کمرے کا دروازہ بھی بند ہوگیا تو وہ کھڑکی کے راستے باہر آگیا۔ جس وقت وہ ماریا کی کھڑکی بجا رہا تھا' اس وقت جوزفین اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اس باڑھ کو دیکھ رہی تھی جسے پھلانگ کر جاتے ہوئے اس نے آسکر کو دیکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ شال لپیٹے' باڑھ کے راستے کے اس پار دھیمی

رفتار سے چلنے لگی۔ کچھ دور لے سے آسکر اور ماریا آگے پیچھے چلتے ہوئے دکھائی دیے۔

جوزفین اپنے کمرے میں واپس آگئی اور بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ اس کی پیاری دوست مس ازابیلا ایک بے حد خوب صورت اور شائستہ لڑکی ہے۔ کیا ایسی لڑکی کی موجودگی میں گاؤں کی کسی لڑکی کی ضرورت رہتی ہے۔ جوزفین اس وقت تک نہیں سوئی جب تک اس نے آسکر کو واپس آتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔

اگلے دن صبح اس کے بہت شور مچانے پر بھی آسکر ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ وہ کسی صورت مان ہی نہیں رہا تھا۔

جوزفین کو ازابیلا کو اپنے راز میں شریک کرنا پڑا اور اگلی بار رات کو جب آسکر کھڑکی کے راستے باہر نکلا تو جوزفین اور ازابیلا بھی اس کے پیچھے جانے لگیں۔ لیکن جنگل کے اندر دونوں نے راستہ گم کردیا' اندھیرے میں انہیں کچھ دکھائی نہیں دیا۔ کچھ جنگل کا خوف بھی طاری ہوا اور وہ واپس آگئیں۔

روزا اور ماریا کی کافی دوستی ہوچکی تھی۔ روزا ماریا کے ساتھ کافی وقت گزارنے لگی تھی۔ ایک رات آسکر کے ساتھ روزا بھی جانے لگی تو جوزفین کی حیرت کی حد نہیں رہی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ ازابیلا سے پوچھ رہی تھی۔ روزا' آسکر اور ماریا کا ایک ساتھ جنگل جانا' نظر انداز کیے جانے والی بات نہیں تھی۔

✲ ✲ ✲

روزا کی آنکھوں پر پٹی تھی اور وہ آسکر کے ساتھ کھڑی' ایک ایسے ساز کو سن رہی تھی جو اس نے آج سے پہلے نہیں سنا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اس ساز سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر آسکر نے غیر محسوس انداز سے اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹادی اور روزا دم بخود رہ گئی۔

"ماریا...... تم...... یہ سب...... یہ...... اوہ! میرے خدا...... کیا یہ کوئی جادو ہے...... کیا میں خواب دیکھ رہی ہو یا......؟"

کچھ دیر دم بخود کھڑے رہنے کے بعد وہ ماریا کے ساتھ اس کے جگنوؤں کے دائرے میں گھس گئی اور خوشی سے بے قابو سی ہوگئی۔ روزا کچھ ایسے دل فریب انداز سے خوش ہو رہی تھی کہ ماریا کو ایسے لگنے لگا تھا کہ بورشے کو بجا کر اس نے حقیقی خوشی حاصل کرلی ہے۔

پھر جب روزا محبت سے ماریا سے لپٹ گئی تو وہ بھی جذباتی ہوگئی اور روزا سے لپٹ گئی۔ دونوں کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

کچھ دور چھپ کر کھڑی جوزفین اور ازابیلا کے لیے اس منظر کی تاب لانا تھوڑا مشکل ہو رہا تھا۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ دونوں نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سارے منظر کو کیا نام دیں۔

گھر واپسی تک وہ شدید الجھن کا شکار رہیں۔ اگلے دن وہ سرگوشیوں میں باتیں کرتی رہیں۔ روزا سے سب کچھ اگلوا لینا اتنا مشکل نہیں تھا۔ روزا صرف چودہ سال کی تھی اور اپنی عمر سے بھی زیادہ معصوم بلکہ بے وقوف سی تھی۔ اس نے بہت آرام سے جوزفین کو سب بتادیا اور پھر کہہ دیا کہ یہ بات کسی اور کو معلوم نہیں ہونی چاہیے۔

"یہ بات کسی اور کو ہرگز معلوم نہیں ہوگی روزا۔" وہ دونوں ہنس دیں۔

پھر ایک رات جب روزا اور آسکر بورشے سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو وہ دونوں بھی ان کے سر پر پہنچ گئیں۔ ماریا بری طرح سے گھبرا گئی اور اس نے خائف نظروں سے آسکر کو دیکھا کہ تم نے سب کو بتادیا۔

"میں نے تمہیں اور روزا کو یوں رات کو اس طرف آتے دیکھا تو تمہارے پیچھے آگئی۔" جوزفین نے وضاحت دی۔

ماریا نے جو خاموش کھڑی اپنے پیروں کو دیکھ رہی تھی۔ "میں گھر جا رہی ہوں۔" کہہ کر تیزی سے وہاں سے دور ہوجانا چاہا۔

"ماریا..... رکو..... کیا تمہیں ہمارا آنا برا لگا۔" جوزفین نے جلدی سے ماریا کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم ہمیں اپنا دوست نہیں سمجھتیں۔" اس نے ماریا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

ماریا کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اس کی سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا تھا کہ اسے بورشے کو آخر اتنا چھپا کر کیوں رکھنا ہے۔ وہ خود اس لکا چھپی سے نالاں تھی۔ وہ تو خود چاہتی تھی کہ ساری دنیا بورشے سے حاصل ہونے والی خوشی حاصل کرلے۔

"تم حیران کن شخصیت کی مالک ہو ماریا..... تم نے مجھے مبہوت کردیا۔" جوزفین کے اس جملے نے ماریا کو مسکرانے پر مجبور کردیا اور وہ اپنی ساری سادگی اور معصومیت سمیت' جوزفین کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کی گرفت کو محسوس کرکے خوش ہونے لگی۔

اگلا دن افراتفری کا شکار رہا۔ انہیں پاپا کے علیل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ سب فوراً" آئرلینڈ واپس جانے کے لیے تیار ہوگئے۔ ایوکیتھی اور ماریا اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ان کی بگھی کو گاؤں کے آخری کنارے تک رخصت کرنے گئی تھیں۔ پریشانی کے باوجود آسکر نے کھڑکی سے سر نکال کر اپنے ہیٹ کو ہاتھ میں لے کر جوش سے لہرایا اور چلا کر کہا۔

"آئرلینڈ میں بورشے کا انتظار رہے گا۔"

ماریا کے گھنگھریالے بال ہوا میں اڑنے لگے اور اس کی آنکھوں کے جگنو روشن ہوگئے۔ گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دے کر اس نے جنگل کی طرف موڑ لیا اور اس کی فراک کی جیب میں رکھا بورشے خود بخود بجنے لگا۔

☆ ☆ ☆

آسکر کو آخر کار یہ معلوم ہو ہی گیا کہ مسٹر بروک ہیگ اس سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ ان کی سختی ہی دراصل نرمی تھی۔ وہ آسکر کو اپنے بستر کے قریب بیٹھنے کے لیے کہتے اور اس سے بے معنی باتیں کرتے رہتے۔ آسکر نے ماؤتھ آرگن بجانے کی کوشش کرنی چاہیے تو وہ ہنس دیے۔

"اس ساز کو چھوڑ دو' اس کی اتنی بے عزتی نہ کرو آسکر....."

آسکر کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تمہیں میری اب کوئی بات بری نہیں لگتی آسکر! تمہارے کان سرخ نہیں ہوتے' اور تم پیر پٹخ کر بھی نہیں چلتے۔ تمہارا اب دنیا کو بھاڑ میں جھونک دینے کا ارادہ بھی نہیں رہا اور کھلی آنکھوں سے تم نے تصورات کی دنیا میں رہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا میں یہ سب کرتا رہا ہوں؟"

نقاہت کے باوجود وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ "اوہ! آسکر..... تمہیں کیا ہوگیا ہے....."

"میں نے پرسکون رہنا سیکھ لیا ہے۔"

"گاؤں کے لوگوں سے مل کر تمہیں کیسا لگا؟"

"وہ سب بہت اچھے ہیں۔ گرینڈپا اسی لیے وہاں بار بار جایا کرتے تھے۔ وہ ٹھیک کہا کرتے تھے' ساری دنیا سے زندگی کہیں کھوجائے تو اسے کسی گاؤں میں جاکر ڈھونڈ لینا چاہیے۔"

"ہاہاہا..... تمہیں ایسی باتیں بھی یاد آنے لگی ہیں آسکر..... کیا تمہیں وہاں کوئی بورشے ملا؟"

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا؟ "بورشے..... آپ اسے کیسے جانتے ہیں..... کیا روزا نے بتایا؟

"میں جانتا تو تھا لیکن اب تک بھول چکا تھا..... تمہیں دیکھ کر پھر سے یاد آگیا۔"

"مجھے دیکھ کر آپ کو بورشے کیسے یاد آسکتا ہے؟"

"آسکتا ہے..... تم نہیں سمجھو گے..... تمہارے دادا کے ساتھ آخری بار جب میں وہاں گیا تھا تو وہاں مجھے ایک پیاری سی لڑکی کے پاس لے گئے تھے جو سرِ شام سبز گھاس پر بیٹھ کر بورشے بجایا کرتی تھی۔ تمہارے دادا اکثر کہا کرتے تھے جس شام وہ بورشے نہیں سنتے ہم نہیں میٹھی نیند نہیں آتی۔"

آسکر حیرت سے پاپا کو دیکھنے لگا۔ "بورشے سن کو بھول جانے والی چیز تو نہیں ہے۔ آپ نے اسے دوبارہ کیوں نہیں سننا چاہا؟"

"شاید میں یہ چاہتا تھا کہ اسے تم سن لو۔"

رفتار سے چلنے لگی۔ کچھ دور اسے آسکر اور ماریا آگے پیچھے چلتے ہوئے دکھائی دیے۔

جوزفین اپنے کمرے میں واپس آگئی اور بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ اس کی پیاری دوست مس ازابیلا ایک بے حد خوب صورت اور شائستہ لڑکی ہے۔ کیا ایسی لڑکی کی موجودگی میں گاؤں کی کسی لڑکی کی ضرورت رہتی ہے۔ جوزفین اس وقت تک نہیں سوئی جب تک اس نے آسکر کو واپس آتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔

اگلے دن صبح اس کے بہت شور مچانے پر بھی آسکر ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ وہ کسی صورت مان ہی نہیں رہا تھا۔

جوزفین کو ازابیلا کو اپنے راز میں شریک کرنا پڑا اور اگلی بار رات کو جب آسکر کھڑکی کے راستے باہر نکلا تو جوزفین اور ازابیلا بھی اس کے پیچھے جانے لگیں۔ لیکن جنگل کے اندر دونوں نے راستہ گم کردیا' اندھیرے میں انہیں کچھ دکھائی نہیں دیا۔ کچھ جنگل کا خوف بھی طاری ہوا اور وہ واپس آگئیں۔

روزا اور ماریا کی کافی دوستی ہوچکی تھی۔ روزا ماریا کے ساتھ کافی وقت گزارنے لگی تھی۔ ایک رات آسکر کے ساتھ روزا بھی جانے لگی تو جوزفین کی حیرت کی حد نہیں رہی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ ازابیلا سے پوچھ رہی تھی۔ روزا' آسکر اور ماریا کا ایک ساتھ جنگل جانا' نظر انداز کیے جانے والی بات نہیں تھی۔

☼ ☼ ☼

روزا کی آنکھوں پر پٹی تھی اور وہ آسکر کے ساتھ کھڑی' ایک ایسے ساز کو سن رہی تھی جو اس نے آج سے پہلے نہیں سنا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اس ساز سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر آسکر نے غیر محسوس انداز سے اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹادی اور روزا دم بخود رہ گئی۔

"ماریا..... تم..... یہ سب..... یہ..... اوہ! میرے خدا..... کیا یہ کوئی جادو ہے..... کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں.....؟"

کچھ دیر دم بخود کھڑے رہنے کے بعد وہ ماریا کے ساتھ اس کے جگنوؤں کے دائرے میں گھس گئی اور خوشی سے بے قابو سی ہوگئی۔ روزا کچھ ایسے دل فریب انداز سے خوش ہو رہی تھی کہ ماریا کو ایسے لگنے لگا تھا کہ بورشے کو بجا کر اس نے حقیقی خوشی حاصل کرلی ہے۔

پھر جب روزا محبت سے ماریا سے لپٹ گئی تو وہ بھی جذباتی ہوگئی اور روزا سے لپٹ گئی۔ دونوں کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

کچھ دور چھپ کر کھڑی جوزفین اور ازابیلا کے لیے اس منظر کی تاب لانا تھوڑا مشکل ہو رہا تھا۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ دونوں نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سارے منظر کو کیا نام دیں۔

گھر واپسی تک وہ شدید الجھن کا شکار رہیں۔ اگلے دن وہ سرگوشیوں میں باتیں کرتی رہیں۔ روزا سے سب کچھ اگلوا لینا اتنا مشکل نہیں تھا۔ روزا صرف چودہ سال کی تھی اور اپنی عمر سے بھی زیادہ معصوم بلکہ بے وقوف سی تھی۔ اس نے بہت آرام سے جوزفین کو سب بتادیا اور پھر کہہ دیا کہ یہ بات کسی اور کو معلوم نہیں ہونی چاہیے۔

"یہ بات کسی اور کو ہرگز معلوم نہیں ہوگی روزا۔" وہ دونوں ہنس دیں۔

پھر ایک رات جب روزا اور آسکر بورشے سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو وہ دونوں بھی ان کے سر پر پہنچ گئیں۔ ماریا بری طرح سے گھبرا گئی اور اس نے خائف نظروں سے آسکر کو دیکھا کہ تم نے سب کو بتادیا۔

"میں نے تمہیں اور روزا کو یوں رات کو اس طرف آتے دیکھا تو تمہارے پیچھے آگئی۔" جوزفین نے وضاحت دی۔

ماریا نے جو خاموش کھڑی اپنے پیروں کو دیکھ رہی تھی۔ "میں گھر جا رہی ہوں۔" کہہ کر تیزی سے وہاں سے دور ہو جانا چاہا۔

"ماریا.... رکو.... کیا تمہیں ہمارا آنا برا لگا۔" جوزفین نے جلدی سے ماریا کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں اپنا دوست نہیں سمجھتیں۔" اس نے ماریا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

ماریا کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اس کی سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا تھا کہ اسے بورشے کو آخر اتنا چھپا کر کیوں رکھنا ہے۔ وہ خود اس لکا چھپی سے نالاں تھی۔ وہ تو خود چاہتی تھی کہ ساری دنیا بورشے سے حاصل ہونے والی خوشی حاصل کرلے۔

"تم حیران کن شخصیت کی مالک ہو ماریا..... تم نے مجھے مبہوت کردیا۔" جوزفین کے اس جملے نے ماریا کو مسکرانے پر مجبور کردیا اور وہ اپنی ساری سادگی اور معصومیت سمیت، جوزفین کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کی گرفت کو محسوس کرکے خوش ہونے لگی۔

اگلا دن افراتفری کا شکار رہا۔ انہیں پاپا کے علیل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ سب فوراً آئرلینڈ واپس جانے کے لیے تیار ہوگئے۔ الو، کیتھی اور ماریا اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ان کی بگھی کو گاؤں کے آخری کنارے تک رخصت کرنے گئی تھیں۔ پریشانی کے باوجود آسکر نے کھڑکی سے سر نکال کر اپنے ہیٹ کو ہاتھ میں لے کر جوش سے لہرایا اور چلا کر کہا۔

"آئرلینڈ میں بورشے کا انتظار رہے گا۔"

ماریا کے گھنگھریالے بال ہوا میں اڑنے لگے اور اس کی آنکھوں کے جگنو روشن ہوگئے۔ گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دے کر اس نے جنگل کی طرف موڑ لیا اور اس کی فراک کی جیب میں رکھا بورشے خود بخود بجنے لگا۔

☆ ☆ ☆

آسکر کو آخر کار یہ معلوم ہو ہی گیا کہ مسٹر بروک ہیگ اس سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ ان کی سختی ہی دراصل نرمی تھی۔ وہ آسکر کو اپنے بستر کے قریب بیٹھنے کے لیے کہتے اور اس سے بے معنی باتیں کرتے رہتے۔ آسکر نے ماؤتھ آرگن بجانے کی کوشش کرنی چاہیے تو وہ ہنس دیے۔

"اس ساز کو چھوڑ دو۔" اس کی اتنی بے عزتی نہ کرو آسکر....."

آسکر کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تمہیں میری اب کوئی بات بری نہیں لگتی آسکر! تمہارے کان سرخ نہیں ہوتے، اور تم پیر پٹخ کر بھی نہیں چلتے۔ تمہارا اب دنیا کو بھاڑ میں جھونک دینے کا ارادہ بھی نہیں رہا اور کھلی آنکھوں سے تم نے تصورات کی دنیا میں رہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا میں یہ سب کرتا رہا ہوں؟"

نقاہت کے باوجود وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ "اوہ! آسکر..... تمہیں کیا ہوگیا ہے۔"

"میں نے پرسکون رہنا سیکھ لیا ہے۔"

"گاؤں کے لوگوں سے مل کر تمہیں کیسا لگا؟"

"وہ سب بہت اچھے ہیں۔ گرینڈ پا اسی لیے وہاں بار بار جایا کرتے تھے۔ وہ ٹھیک کہا کرتے تھے، ساری دنیا سے زندگی کہیں کھو جائے تو اسے کسی گاؤں میں جاکر ڈھونڈ لینا چاہیے۔"

"ہاہاہا..... تمہیں ایسی باتیں بھی یاد آنے لگی ہیں آسکر..... کیا تمہیں وہاں کوئی بورشے ملا؟"

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا؟ "بورشے..... آپ اسے کیسے جانتے ہیں..... کیا روزا نے بتایا؟

"میں جانتا تو تھا لیکن اب تک بھول چکا تھا..... تمہیں دیکھ کر پھر سے یاد آگیا۔"

"مجھے دیکھ کر آپ کو بورشے کیسے یاد آسکتا ہے؟"

"آسکتا ہے..... تم نہیں سمجھو گے..... تمہارے دادا کے ساتھ آخری بار جب میں وہاں گیا تھا تو وہاں مجھے ایک پیاری سی لڑکی کے پاس لے گئے تھے جو سرِ شام سبز گھاس پر بیٹھ کر بورشے بجایا کرتی تھی۔ تمہارے دادا اکثر کہا کرتے تھے جس شام وہ بورشے نہیں سنتے ہم نہیں میٹھی نیند نہیں آتی۔"

آسکر حیرت سے پاپا کو دیکھنے لگا۔ "بورشے سن کو بھول جانے والی چیز تو نہیں ہے۔ آپ نے اسے دوبارہ کیوں نہیں سننا چاہا؟"

"شاید میں یہ چاہتا تھا کہ اسے تم سن لو۔"

آسکر یا۔ "میں نے ایسا ساز کبھی نہیں سنا۔ اس کی دھنیں نافی ہیں۔"

"مجھے ایسے ہی کسی جملے کی توقع تھی آسکر۔" ان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ "تم اپنی دوستوں کو آئرلینڈ آنے کی دعوت کیوں نہیں دیتے۔"

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر اچھل پڑنے والے انداز سے کھڑا ہو گیا۔ "یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا۔"

بعض معاملات میں تم حد سے زیادہ نالائق ہو۔"

"ٹھیک کہا آپ نے۔ میں تو کافی سے زیادہ نالائق ہوں۔"

☆ ☆ ☆

ماریا اپنی دونوں چچا زاد بہنوں ایوا اور کیتھی کے ساتھ ـــ آئرلینڈ اپنی ایک رشتے دار خاتون کے ساتھ آئی تھیں، جو آئرلینڈ میں ہی رہتی تھیں۔ ان دونوں کا کچھ عرصہ آنٹ ایلی کے ساتھ آئرلینڈ میں ہی رہنے کا ارادہ تھا۔

"کیا تم بور ہو رہی ہو؟" اپنا ہاتھ آگے کر کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بگھی سے اترنے میں مدد دیتے ہوئے آسکر نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ ماریا نے جواب دینے سے پہلے سر اٹھا کر اس کے گھر کو دیکھا اور پھر آسکر کو۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ روزا اتنے بڑے گھر میں رہتی ہو گی۔" آسکر کے نام کے بجائے اسے روزا کا نام لینا پڑا۔

آسکر نے گھر پر ایک سرسری نظر ڈالی جیسے دیکھنا چاہا کہ کیا واقعی اس کا گھر ایسا ہی بڑا ہے کہ پہلا سوال اسی کے بارے میں کیا جائے۔

گاؤں کے معمول کے لباس کی نسبت اس نے نسبتاً جدید فیشن کی ہلکے سبز رنگ کی فراک پہنی تھی۔ اس کے ہیٹ کے کنارے لگی جالی اس کی ایک آنکھ کے کنارے کو چھپا رہی تھی۔ گھنگھریالے بالوں کے کچھ کنڈل اس کی پیشانی اور کان کی لو کے آس پاس موجود تھے۔

جس وقت ماریا آسکر کے ساتھ بیرونی سیڑھیاں چڑھتی گھر کے اندر داخل ہو رہی تھی اس وقت آسکر نے ماریا کے تاثرات کو خوف زدہ سا پایا۔ راہداری کی ایک کے بعد ایک قد آدم کھڑکی کے پاس سے گزرتے جہاں سے باغ کا منظر دکھائی دیتا تھا وہ ایک لمحے کے لیے سہم سی گئی اور اس نے راہداری میں لگی تصویروں، پردوں اور فانوس کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے بگھی کی کھڑکی کے اس طرف دکھائی دینے والے اس کے بے ساختہ ہنستے مسکراتے چہرے کی چمک اب معدوم ہونے لگی تھی۔ کیا گھر کی آرائش اس پر وحشت طاری کر رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ آسکر سے دو قدم پیچھے رہ گئی اور آسکر کو رک کر اسے دیکھنا پڑا۔

"کیا ہوا ماریا..... کیا تمہیں میرا گھر پسند نہیں آیا۔"

ماریا گھبرا کر اپنا ہیٹ درست کرنے لگی اور جوزفین سے ملنے کے لیے آگے بڑھی، جو ہال کی سیڑھیوں سے اتر کر اسی کی طرف آ رہی تھی۔

"ماریا ڈیر..... کتنا اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کر۔"

جوزفین اسے دیکھتے ہی چہچہانے لگی اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے دونوں گالوں کو اپنے گالوں سے مس کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں وہ مسٹر ہیک کے سامنے بیٹھی تھی۔ مسٹر ہیک سے پہلی ملاقات، پہلی ملاقات جیسی نہیں تھی۔ یہ ایسی ملاقات تھی جو کئی ملاقاتوں کی بے تکلفی سے بھی کہیں آگے کی تھی۔ وہ ماریا سے اس کی دلچسپی کے بارے میں پوچھتے رہے اور پھر انہوں نے سرگوشی میں پوچھا۔

"سچ بتاؤ، تمہارا ساز جگنوؤں کو کھینچ لاتا ہے یا تمہاری دعا؟"

ماریا ہنس دی۔ "میرے ساز میں چھپی میری دعا۔"

"تم ذہین ہو۔ لیکن ذہانت سے زیادہ مجھے جرات پسند ہے۔"

"جرات مند ہونے کے لیے کبھی کبھی خود غرض بھی ہونا پڑتا ہے۔ ایسی خوبی جو خامی کو منسلک رکھے

کس کام کی۔ مجھے بورشے کو چھپا کر رکھنا پڑتا ہے اور مجھے یہ منظور ہے۔"

"اگر یہ ساز کسی مرد کے پاس ہوتا تو وہ اس وقت تک دنیا کا ہیرو بن چکا ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساز کے لیے جادو کا لفظ استعمال کیا گیا۔"

"کیا ہیرو بننے کے لیے ہجوم کی تالیاں اور داد ضروری ہے؟ کیا ہیرو ہونا اسے ہی کہتے ہیں کہ دنیا آپ کو تسلیم کرلے؟ کیا جنگلوں اور بیابانوں میں، ہیرو دم توڑ دیتے ہیں۔ میں اپنے جگنوؤں کی ملکہ ہوں کیا مجھے کسی اور کی ضرورت ہے؟"

مسٹر ہیگ اس کے جواب سے بہت خوش ہوئے۔

"پاپا تم سے کیا باتیں کررہے تھے ماریا۔" شام کو آسکر باغ میں لے کر اسے ٹہلنے لگا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ میں ان کی باتیں دہراؤں؟"

ماریا باغ کے فوارے کے قریب جاکر کھڑی ہوگئی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کیا تم بورشے لائی ہو؟"

"میں اسے کبھی جدا نہیں کرتی۔" اس نے اپنی پوشیدہ جیب کو تھپتھپایا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے لیے بورشے ضرور لاؤ گی۔"

"انکل ولسن نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میں اسے ہرگز یہاں نہیں بجاؤں گی۔"

"انکل ولسن نے گاؤں میں بھی بجانے سے منع کیا تھا، لیکن تم بجاتی تھیں۔"

"تب انہوں نے منع کیا تھا، اب وعدہ لیا ہے۔"

"تمہیں یہ ڈر کیوں ہے کہ سب تمہیں جادوگرنی کہیں گے۔ شہر کے لوگ باشعور ہیں۔"

"گنوار تو گاؤں کے لوگ بھی نہیں ہیں۔" ماریا کو برا لگا۔

"تھوڑا سا ہی سہی کچھ فرق تو ہے۔ گاؤں کے لوگوں کی زندگیوں میں مقامی رقص کے علاوہ ہے ہی کیا؟ وہ شہر کے لوگوں کی طرح اوپیرا اور تھیٹر نہیں جاتے، شیکسپیئر کے مکالمات کو دم سادھے نہیں سنتے، ان کی زندگیاں جامد ہیں،' وہ بہت سست آگے بڑھتے ہیں۔"

ماریا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم شہر اور گاؤں کے لوگوں میں فرق تلاش کرتے رہتے ہو۔ پھر تو میں بھی گنوار ہوں۔ میری زندگی بھی مقامی رقص اور گھڑسواری تک محدود ہے۔ شاعری اور معاشرتی اصلاحات کے فلسفے ہمارے لیے بے کار ہیں۔ نہ ہم انقلاب لاتے ہیں نہ اس کا موجب بنتے ہیں۔ تمہیں ایک ساز سننے کے لیے گاؤں کے لوگوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں نے حقیقت بیان کی ہے۔"

"حقیقت یہ ہے کہ شہر والوں کے لیے بورشے کسی تماشے سے بڑھ کر نہیں ہوگا' وہ اس سے محظوظ ہوں گے اور بس۔ بورشے کھیل تماشا نہیں ہے آسکر۔ جان لو۔ میرے لیے وہ صرف ایک ساز نہیں ہے۔"

ماریا کے لہجے نے آسکر کو غصہ دلا دیا۔ وہ ماریا سے اس انداز میں بات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ "میرا خیال تھا۔ تم اپنے دوست کی فرمائش کو اہمیت دوگی۔"

ماریا نے باغ میں چہل قدمی منسوخ کی اور کہا۔ "میرا بھی خیال تھا تم اپنے دوست کو عزت دوگے۔"

وہ وہیں کھڑا رہ گیا اور وہ تیزی سے آگے چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ چاروں بگھی میں بیٹھ کر واپس چلی گئیں۔

آسکر کو توقع نہیں تھی کہ اتنے لمبے انتظار کے بعد ہونے والی ملاقات ایسے ختم ہوگی۔ اسے اتنی بدمزگی کی امید نہیں تھی۔ ماریا حساس تھی' وہ یہ جان گیا تھا لیکن اب وہ خود بھی غصے میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماریا نے بچکانہ رویے کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہوجاتی ہے۔ وہ ایک لمحے میں اجنبی بن جاتی ہے۔ آسکر کو ماریا کے اس انداز سے دکھ پہنچا تھا۔ اسے لمحے میں اجنبی بن جانے والے لوگوں سے چڑ تھی۔

روزا نے اس سے پوچھا کہ کیا ماریا کسی بات پر ناراض ہوگئی ہے تو اس نے کندھے اچکادیے۔

"میں نہیں جانتا اور نہ ہی مجھے پروا ہے۔"

آسکر! ماریا ”میں نے ایسا ساز کبھی نہیں سنا۔ اس کی دھنیں ناقی ہیں۔“

”مجھے ایسے ہی کسی جملے کی توقع تھی آسکر۔“ ان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ”تم اپنی دوستوں کو آئرلینڈ آنے کی دعوت کیوں نہیں دیتے۔“

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر اچھل پڑنے والے انداز سے کھڑا ہو گیا۔ ”یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا۔“

بعض معاملات میں تم حد سے زیادہ نالائق ہو۔“

”ٹھیک کہا آپ نے۔ میں تو کافی سے زیادہ نالائق ہوں۔“

☆ ☆ ☆

ماریا اپنی دونوں چچا زاد بہنوں ایوا اور کیتھی کے ساتھ — آئرلینڈ اپنی ایک رشتے دار خاتون کے ساتھ آئی تھیں جو آئرلینڈ میں ہی رہتی تھیں۔ ان دونوں کا کچھ عرصہ آنٹ ایلی کے ساتھ آئرلینڈ میں ہی رہنے کا ارادہ تھا۔

”کیا تم بور ہوئے لائی ہو؟“ اپنا ہاتھ آگے کر کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بگھی سے اترنے میں مدد دیتے ہوئے آسکر نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ ماریا نے جواب دینے سے پہلے سر اٹھا کر اس کے گھر کو دیکھا اور پھر آسکر کو۔

”مجھے اندازہ نہیں تھا کہ روزا اتنے بڑے گھر میں رہتی ہو گی۔“ آسکر کے نام کے بجائے اسے روزا کا نام لینا پڑا۔

آسکر نے گھر پر ایک سرسری نظر ڈالی جیسے دیکھنا چاہا کہ کیا واقعی اس کا گھر ایسا ہی بڑا ہے کہ پہلا سوال اسی کے بارے میں کیا جائے۔

گاؤں کے معمول کے لباس کی نسبت اس نے نسبتاً جدید فیشن کی ہلکے سبز رنگ کی فراک پہنی تھی۔ اس کے ہیٹ کے کنارے لگی جالی اس کی ایک آنکھ کے کنارے کو چھپا رہی تھی۔ گھنگھریالے بالوں کے کچھ کنڈل اس کی پیشانی اور کان کی لو کے آس پاس موجود تھے۔

جس وقت ماریا آسکر کے ساتھ بیرونی سیڑھیاں چڑھتی گھر کے اندر داخل ہو رہی تھی اس وقت آسکر نے ماریا کے تاثرات کو خوف زدہ سا پایا۔ راہداری کی ایک کے بعد ایک قد آدم کھڑکی کے پاس سے گزرتے جہاں سے باغ کا منظر دکھائی دیتا تھا وہ ایک لمحے کے لیے سہم سی گئی اور اس نے راہداری میں لگی تصویروں، پردوں اور فانوس کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے بگھی کی کھڑکی سے اس طرف دکھائی دینے والے اس کے بے ساختہ ہنستے مسکراتے چہرے کی چمک اب معدوم ہونے لگی تھی۔ کیا گھر کی آرائش اس پر وحشت طاری کر رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ آسکر سے دو قدم پیچھے رہ گئی اور آسکر کو رک کر اسے دیکھنا پڑا۔

”کیا ہوا ماریا... کیا تمہیں میرا گھر پسند نہیں آیا۔“

ماریا گھبرا کر اپنا ہیٹ درست کرنے لگی اور جوزفین سے ملنے کے لیے آگے بڑھی، جو ہال کی سیڑھیوں سے اتر کر اسی کی طرف آ رہی تھی۔

”ماریا ڈیئر... کتنا اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کر۔“

جوزفین اسے دیکھتے ہی چہچہانے لگی اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے دونوں گالوں کو اپنے گالوں سے مس کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں وہ مسٹر ہیگ کے سامنے بیٹھی تھی۔ مسٹر ہیگ سے پہلی ملاقات، پہلی ملاقات جیسی نہیں تھی۔ یہ ایسی ملاقات تھی جو کئی ملاقاتوں کی بے تکلفی سے بھی کہیں آگے کی تھی۔ وہ ماریا سے اس کی دلچسپی کے بارے میں پوچھتے رہے اور پھر انہوں نے سرگوشی میں پوچھا۔

”سچ بتاؤ، تمہارا ساز جگنوؤں کو کھینچ لاتا ہے یا تمہاری دعا؟“

ماریا ہنس دی۔ ”میرے ساز میں چھپی میری دعا۔“

”تم ذہین ہو... لیکن ذہانت سے زیادہ مجھے جرات پسند ہے...“

”جرات مند ہونے کے لیے کبھی کبھی خود غرض بھی ہونا پڑتا ہے۔ ایسی خوبی جو خامی کو منسلک رکھے

کس کام کی۔ مجھے بورشے کو چھپا کر رکھنا پڑتا ہے اور مجھے یہ منظور ہے۔"

"اگر یہ ساز کسی مرد کے پاس ہوتا تو وہ اس وقت تک دنیا کا ہیرو بن چکا ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساز کے لیے جادو کا لفظ استعمال کیا گیا۔"

"کیا ہیرو بننے کے لیے ہجوم کی تالیاں اور داد ضروری ہے؟ کیا ہیرو ہونا اسے ہی کہتے ہیں کہ دنیا آپ کو تسلیم کرلے؟ کیا جنگلوں اور بیابانوں میں ہیرو دم توڑ دیتے ہیں۔ میں اپنے جگنوؤں کی ملکہ ہوں کیا مجھے کسی اور کی ضرورت ہے؟"

مسٹر ہیگ اس کے جواب سے بہت خوش ہوئے۔

"پاپا تم سے کیا باتیں کررہے تھے ماریا۔" شام کو آسکر باغ میں لے کر اسے ٹہلنے لگا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ میں ان کی باتیں دہراؤں؟"

ماریا باغ کے فوارے کے قریب جاکر کھڑی ہوگئی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کیا تم بورشے لائی ہو؟"

"میں اسے کبھی جدا نہیں کرتی۔" اس نے اپنی پوشیدہ جیب کو تھپتھپایا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے لیے بورشے ضرور لاؤ گی۔"

"انکل ولسن نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میں اسے ہرگز یہاں نہیں بجاؤں گی۔"

"انکل ولسن نے گاؤں میں بھی بجانے سے منع کیا تھا، لیکن تم بجاتی تھیں۔"

"تب انہوں نے منع کیا تھا، اب وعدہ لیا ہے۔"

"تمہیں یہ ڈر کیوں ہے کہ سب تمہیں جادوگرنی کہیں گے۔ شہر کے لوگ باشعور ہیں۔"

"گنوار تو گاؤں کے لوگ بھی نہیں ہیں۔" ماریا کو برا لگا۔

"تھوڑا سا ہی سہی کچھ فرق تو ہے۔ گاؤں کے لوگوں کی زندگیوں میں مقامی رقص کے علاوہ ہے ہی کیا؟ وہ شہر کے لوگوں کی طرح اوپیرا اور تھیٹر نہیں جاتے، شیکسپئر کے مکالمات کو دم سادھے نہیں سنتے، ان کی زندگیاں جامد ہیں، وہ بہت سست آگے بڑھتے ہیں۔"

ماریا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم شہر اور گاؤں کے لوگوں میں فرق تلاش کرتے رہتے ہو۔ پھر تو میں بھی گنوار ہوں۔ میری زندگی بھی مقامی رقص اور گھڑسواری تک محدود ہے۔ شاعری اور معاشرتی اصلاحات کے فلسفے ہمارے لیے بے کار ہیں۔ نہ ہم انقلاب لاتے ہیں نہ اس کا موجب بنتے ہیں۔ تمہیں ایک ساز سننے کے لیے گاؤں کے لوگوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں نے حقیقت بیان کی ہے...."

"حقیقت یہ ہے کہ شہر والوں کے لیے بورشے کسی تماشے سے بڑھ کر نہیں ہوگا، وہ اس سے محظوظ ہوں گے اور بس۔ بورشے کھیل تماشا نہیں ہے آسکر۔ جان لو۔ میرے لیے وہ صرف ایک ساز نہیں ہے۔"

ماریا کے لہجے نے آسکر کو غصہ دلا دیا۔ وہ ماریا سے اس انداز میں بات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ "میرا خیال تھا۔ تم اپنے دوست کی فرمائش کو اہمیت دو گی۔"

ماریا نے باغ میں چہل قدمی منسوخ کی اور کہا۔ "میرا بھی خیال تھا تم اپنے دوست" "کو عزت دو گے۔"

وہ وہیں کھڑا رہ گیا اور وہ تیزی سے آگے چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ چاروں بگھی میں بیٹھ کر واپس چلی گئیں۔

آسکر کو توقع نہیں تھی کہ اتنے لمبے انتظار کے بعد ہونے والی ملاقات ایسے ختم ہوگی۔ اسے اتنی بدمزگی کی امید نہیں تھی۔ ماریا حساس تھی، وہ یہ جان گیا تھا لیکن اب وہ خود بھی غصے میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماریا نے بچکانہ رویے کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہوجاتی ہے۔ وہ ایک لمحے میں اجنبی بن جاتی ہے۔ آسکر کو ماریا کے اس انداز سے دکھ پہنچا تھا۔ اسے لمحے میں اجنبی بن جانے والے لوگوں سے چڑ تھی۔

روزا نے اس سے پوچھا کہ کیا ماریا کسی بات پر ناراض ہوگئی ہے تو اس نے کندھے اچکا دیے۔

"میں نہیں جانتا اور نہ ہی مجھے پروا ہے۔"

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماءِ راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

اس فقرے اور انداز نے جوزفین کو مسکرانے پر مجبور کردیا۔ اگلے دن صبح جب آسکر گھر سے باہر تھا تو وہ اس کی ڈائری پڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ یہ ایک بری عادت تھی، لیکن جوزفین اس عادت کا شکار تھی۔ وہ روزا اور آسکر دونوں کی ڈائریاں پڑھ لیا کرتی تھی۔ یہ حرکت وہ اس مقصد کے تحت کیا کرتی تھی کہ کہیں اس کے چھوٹے بہن بھائی کسی مشکل کا شکار تو نہیں یا کسی نفسیاتی تکلیف سے تو نہیں گزر رہے۔ بہر حال ایسے فلسفوں سے تسلی دے کر جوزفین خود کو مطمئن کرلیا کرتی تھی۔

"مجھے ماریا کے رویے سے تکلیف پہنچی۔ اسے ایسا کیوں لگا کہ میں اسے گنوار سمجھ کر اس کا مذاق اڑا سکتا ہوں؟ اس کا کہنا ہے کہ وہ بورشے نہیں بجانا چاہتی کیونکہ انکل ولسن نے منع کیا ہے، لیکن شاید اسے اب مجھ پر یقین نہیں رہا۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتی۔ اسے لگتا ہے کہ میں اس کا راز کھول دوں گا۔ وہ اپنے فن کو راز میں کیوں رکھنا چاہتی ہے۔ بورشے جیسی پیاری چیز کیا چھپا کر رکھنے والی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بورشے ہمارے لیے صرف ایک تماشا ہے۔ وہ اپنے بورشے اور جگنوؤں کے لیے اتنی حساس ہے اور میرے لیے؟"

اتنا ہی پڑھ کر جوزفین نے ڈائری بند کردی اور ازابیلا سے ملنے چلی گئی۔ دیر تک جوزفین اور ازابیلا باتیں کرتی رہیں اور پھر نئے سال کی تقریب پر ان کی باتوں نے نیا رخ اختیار کرلیا۔

☼ ☼ ☼

ایوا دیکھ رہی تھی کہ ماریا بہت چپ چپ سی ہے۔ اس نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ماریا کچھ زیادہ ہی آئینے کے سامنے آکر اپنا جائزہ لے رہی ہے۔

"ماریا... میں نے تمہیں کبھی اتنی دیر تک آئینہ دیکھتے ہوئے نہیں پایا۔ تم آج خود میں کیا ڈھونڈنے کی کوشش کررہی ہو؟"

ماریا نے ایک گہرا سانس لی اور ایوا کی طرف رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔ "کیا میں دیکھنے میں گنوار لگتی ہوں؟"

ایوا کے لیے یہ سوال اور ایسے انداز میں اظہار ناقابل یقین تھا۔ اس نے ماریا کو کبھی کسی بھی طرح کے غم یا دکھ میں مبتلا نہیں دیکھا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی بھی طرح کے احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتی تھی۔ وہ خوش باش رہا کرتی تھی، سوائے بورشے کے اسے کسی بات کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ ماریا کی ماں نے مسٹر البرٹ کو چھوڑ دیا تھا اور دوسری شادی کرلی تھی۔ وہ ماریا کو ان کے گھر چھوڑ گئیں تو بھی ماریا کو کوئی دکھ یا ماں سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ ماں کے خطوط کبھی کبھار آجایا کرتے تھے اور وہ اسی پر خوش رہتی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز سے مطمئن تھی۔

"تم نے یہ سوال کیوں کیا ماریا؟"

ماریا کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے۔ "آنٹ ایلی اور سارہ کتنی شائستہ ہیں۔ ان کا لباس، ان کی نشست و برخاست، ان کے زیورات۔ یہ سب ہم سے مختلف ہیں ایوا۔ آسکر کی بہنیں مس جوزفین اور روزا بھی۔"

"ماریا تم خود کہا کرتی ہو کہ گاؤں کی زندگی اور شہر کی زندگی، کتنی بھی ہم آہنگ ہونے کی کوشش کریں فرق پھر بھی رہ ہی جاتا ہے۔ اب تمہیں یہ فرق برا کیوں لگ رہا ہے؟"

ماریا نے ہونٹ سکیڑے اور خاموش ہوگئی اور آئینے کے سامنے سے ہٹ کر کھڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ "ہاں فرق تو ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ فرق نمایاں بھی تو کتنا رہتا ہے نا۔"

ایوا دیکھ رہی تھی کہ جب سے وہ آسکر کے گھر سے آئی ہے بجھی بجھی سی ہے۔ "کیا تمہیں آسکر کے گھر جاکر اچھا نہیں لگا۔ کوئی بات ہوئی تھی وہاں؟"

"مسٹر بروک ہیگ کا گھر بہت عالی شان ہے... مجھے ان کے گھر نے خوف زدہ کردیا ایوا..."

ایوا چلتی ہوئی ماریا کے پاس آئی اور اس کے گال کو محبت سے چھوا۔ "تم بے وجہ پریشان ہو... کیا مسٹر

آسکر نے کچھ کہا؟"

"وہ چاہتا تھا میں بورشے بجاؤں... انکل ولسن نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ آسکر کو میرا انکار کرنا برا لگا۔"

ایوا نے ہمدردی سے ماریا کو دیکھا۔ "کیا تم پاپا کو نہیں جانتیں ماریا... تم جانتی ہو کہ وہ جانتے ہیں کہ تم بورشے کے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ انہوں نے تمہیں بورشے سے منع کیا پھر بھی تم چھپ چھپ کر بجاتی رہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ تم چھپ کر بجاتی ہو۔ تم سے وعدہ لینے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تم اسے بجانے میں احتیاط کرو جب کہ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم اسے بجائے بغیر نہیں رہوگی۔"

ماریا اچھل پڑنے والے انداز سے کرسی سے کھڑی ہوگئی۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"

"پاپا مسکرا رہے تھے، جب وہ وعدے کے لیے تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رہے تھے۔"

"سچ میں؟" ماریا کا چہرہ اور کھل اٹھا۔

"بجائے اس کے تم سارے شہر کو جگنوؤں سے بھر دو، تمہیں آسکر کے گھر میں اسے بجادینا چاہیے تھا۔"

ماریا مسکرانے لگی۔ "مسٹر آسکر کو بورشے کے لیے انتظار کرنے دو۔"

"آسکر کسی معجزے کی طرح ہے۔ وہ تمہیں نئے انداز سے بدل رہا ہے۔"

"معجزہ تو بہت پہلے ہوچکا تھا... جب بورشے سے میں نے پہلی دھن کو نکالا تھا۔"

☆ ☆ ☆

آسکر نے دو تین دن خود کو مصروف رکھنا چاہا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ رات کو تھیٹر گیا، برج کھیلا، مچھلیوں کے شکار کے لیے گیا۔ پھر بھی اسے یہ خیال ستاتا رہا کہ ماریا نے اس کے ساتھ اچھے رویے کا اظہار نہیں کیا۔ یہ بات اسے تکلیف دیتی رہی کہ ماریا گاؤں سے شہر آچکی ہے اور اب تک وہ صرف ایک بار ملے ہیں۔

"ہوسکتا ہے وہ واپس جاچکی ہو۔" اچانک یہ خیال اس کے دل میں آیا اور وہ فوراً "مسز ایلی کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا جہاں ماریا، ایوا اور کیتھی کے ساتھ قیام پذیر تھی۔ میڈ سے اسے معلوم ہوا کہ پانچوں خواتین خریداری کے لیے گئی ہیں۔

"خریداری... کیا یہ بھی کوئی کام ہے کرنے لائق... ماریا کو ایسے غیر ضروری کام نہیں کرنے چاہئیں۔"

بازار کی روش پر چلتے، دکانوں کے اندر جھانکتے، اس کی بے چینی اتنی نمایاں تھی کہ بہت سی خواتین اسے اچنبھے سے دیکھ کر ناک بھوں چڑھا رہی تھیں۔ خوشبویات کی دکان میں اسے گھنگھریالے بالوں کی ایک لٹ نظر آئی اور وہ تیزی سے تانکا جھانکی کرتے رک گیا۔ ماریا کی اس کی طرف پشت تھی۔ وہ خوشبو کی بوتل کو ناک تک لے جاکر بار بار سونگھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ننھا قطرہ اپنی ہتھیلی کی پشت پر ٹپکایا اور جس وقت اپنی ہتھیلی کو ناک سے لگائے وہ خوش کن انداز سے ذرا سا پلٹی، ٹھیک اسی وقت اس کی نظر آسکر سے ٹکرائی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ وہیں مجسمہ سی بن گئی پھر غصے سے اپنا رخ بدل لیا۔

تین دن کے بعد بھی ناراضی سے اس کی آنکھیں وزنی ہورہی تھیں۔ گال پھولے پھولے اور ہونٹ لٹکے ہوئے، جس وقت وہ دکان کے اندر آیا، اس کے قدموں کی چاپ اپنی پشت پر محسوس کرکے وہ دکان دار کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

"مجھے کسی بھی خوشبو نے متاثر نہیں کیا۔ دراصل مجھے شہر کی کسی بھی چیز نے متاثر نہیں کیا۔ شاید میں گنوار ہوں اس لیے۔ کیا ہم جیسے گاؤں کے گنواروں کے لیے کوئی ایسی خوشبو ہے جسے لگانے سے شہروں کے لال بیگ ہم سے دور رہیں۔"

لال بیگ بے ساختہ مسکرا دیا۔ چاروں دوسری خواتین اس سے آگے بڑھ کر ملیں جبکہ ماریا بدستور اس سے انجان بنی کھڑی رہی۔

"شہر کے لارڈ بیگ 'گاؤں کے جگنو' سے معذرت چاہتے ہیں۔" آسکر نے تھوڑا سا آگے جھک کر اس کے کان کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔ ماریا ایک دم پلٹی اور اس کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔ آسکر نے چند خوشبوؤں کی جانچ پڑتال کی اور پھر ایک بوتل اس کے آگے کی۔

"یہ خوشبو اچھی ہے۔۔۔ یہ تمہیں شہر کے ان لوگوں کی یاد دلائے گی جو بورشے کو پسند کرتے ہیں اور تمہارا احترام کرتے ہیں۔"

ماریا نے خوشبو کی ننھی بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی اور مسکرا دی۔ "یہ مجھے ان لوگوں کی یاد بھی دلائے گی جو صرف بورشے کو یاد کرتے ہیں۔"

آسکر کا بے ساختہ قہقہہ اثر انگیز تھا۔ "ہو سکتا ہے بورشے اپنی یاد میں کئی دوسری یادیں رکھتا ہو۔"

جس وقت دونوں دکان سے باہر نکل کر بازار میں ٹہل رہے تھے تو آسکر کو محسوس ہوا کہ وہ بلاوجہ ہی بہت زیادہ مسکرا رہا ہے۔

"میں آج رات تھیٹر جا رہا ہوں' تم ساتھ چلو گی؟"

ماریا نے کچھ دیر تک سوچا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ "آج رات مجھے سارہ کے ساتھ اس کی سہیلی کے گھر جانا ہے۔ میں اس سے وعدہ کر چکی ہوں۔ وہ کھانے پر ہمارا انتظار کرے گی۔"

"نئے سال کی تقریب کے بارے میں' میں ابھی سے بتا دیتا ہوں' اس تقریب میں تمہیں آنا ہے۔ جوزفین بہت اچھی منتظم ہے۔ ہر سال ہمارے گھر کی تقریب کا انتظار کیا جاتا ہے۔ وہ بہت شان دار تقریب کا انتظام کرتی ہے۔"

"کیا تمہارے یہاں تقریبات کی دعوت ایسے دی جاتی ہے۔۔۔ سر راہ؟"

"اس سے پہلے کہ تم اس دن کے لیے بھی کسی اور کی تقریب میں جانے کا وعدہ کر لو میں نے سوچا' فوراً تمہیں بتا دوں اور تم سے وعدہ لے لوں۔ سر راہ ہی سہی۔"

ماریا کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کے آگے آگے چلتی چار وں خواتین نے گردن موڑ کر ان دونوں کو دیکھا اور پھر سارہ نے کیتھی کے کان میں سرگوشی کی۔ "تین دن بعد ماریا کی ایسی ہنسی سنی ہے۔"

کیتھی نے ایوا کو دیکھا اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ مسکرانے لگیں۔

"تین دن بھی ہو سکتے تھے اگر آج بھی مسٹر آسکر نہ آجاتے۔"

☆ ☆ ☆

نئے سال کی تقریب کے لیے ماریا کافی پرجوش تھی۔ آنٹ ایلی اور ان کی بیٹی سارہ اس کی خاص مدد کر رہی تھیں۔ سارہ ہی کی پسند اور تجربے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے لیے لباس بنوایا تھا۔ مسٹر بروک بیگ کی طرف سے انہیں باقاعدہ مدعو کیا گیا تھا۔ روزا اور مس جوزفین خود مدعو کر کے گئی تھیں۔ جوزفین اور ماریا کی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔ بلکہ جوزفین سارا وقت ماریا سے ہی باتیں کرتی رہی۔

تقریب سے دو دن پہلے ماریا اپنی فراک پہن کر کئی بار دیکھ چکی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کہیں سے بھی گنوار لگے۔ یہ ایسا خیال تھا جو اس کے دل میں راسخ ہو چکا تھا۔ اس نے سارہ سے فیشن ایبل لوگوں کی طرح بات کرنا' بیٹھنا اور بولنا بھی سیکھ لیا تھا۔ رات کو سونے کے کمرے میں یہ سب باتیں ان کے قہقہوں کا موجب بنتیں جب سارہ فیشن زدوں کی مصنوعی ادائیں دکھا رہی ہوتی اور ماریا انہیں نقل کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی۔

سال کی آخری رات۔۔۔ ان کے استقبال کے لیے آسکر بیرونی دروازے پر موجود تھا۔ ان کی بگھی کے رکتے ہی وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے آنٹ ایلی باہر آئیں' پھر ایوا' کیتھی اور سارہ۔۔۔

"کیا ماریا نہیں آئی؟" کیتھی کے باہر نکلتے ہی اس نے بے چینی سے پوچھا۔

تینوں لڑکیاں جواب میں ہنس دیں۔ ماریا اپنی فراک سنبھالتی بگھی سے باہر آئی اور اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ آسکر

اسے تھام لے اور اسے اترنے میں مدد دے۔ آسکر اس کا ہاتھ پکڑنا بھول گیا اور ماریا نے اسے خائف نظروں سے دیکھا۔

"کیا مہمانوں کا استقبال ایسے کیا جاتا ہے؟"

آسکر مسکرا دیا "کیا میزبانوں کو ایسے حیران کیا جاتا ہے۔"

ماریا اور آسکر ایک ہی وقت میں مسکرا دیے۔ آسکر نے اس کے ہاتھ کو اپنے بازو کی گرفت میں لیا اور اسے ہال تک لایا۔ ماریا نے خود کو حیران پایا اور گاؤں کی عام سی لڑکی ہونے کا احساس پھر سے جاگ گیا۔ ہال کی آرائش حیران کن تھی۔ ماریا نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جھکانا بھول گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ نئے سال کی تقریب کے لیے ایسے بھی اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ گاؤں میں وہ لوگ اپنے گھروں کو سجاتے تھے' ایک ساتھ کھانا کھاتے۔ موسیقی ہوتی' رقص ہوتا اور رات ختم......

آسکر اسے دیکھ رہا تھا۔ "تمہیں اچھا لگا؟"

"بہت..... کیا نئے سال کو ایسے بھی خوش آمدید کہا جاسکتا ہے؟"

آسکر اس کے معصومانہ انداز پر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے تمہیں کیسے خوش آمدید کہا۔" آسکر نے عین اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ماریا کے لیے نظریں چرا لینا ضروری ہو گیا۔

"میں آج تمہارے لیے بورشے بجاؤں گی۔ تقریب کے بعد کسی بھی وقت۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ میرے جگنو یہاں بھی ویسا ہی رقص کرتے ہیں جیسا جنگل میں کرتے ہیں یا نہیں..... یا انہیں شہر کی فضائیں سہا دیتی ہیں۔"

آسکر نے بے یقینی سے ماریا کو دیکھا۔ "اور انکل ولسن؟"

ماریا کھلکھلا دی۔ "ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر انہیں سرگوشی میں بتایا جاسکتا ہے کہ ان سے کیا گیا وعدہ صرف ایک بار فراموش کیا گیا ہے۔"

"ہاہاہا.....!" آسکر پورے دل سے ہنس دیا۔ "نئے سال کا تحفہ..... بورشے"

"یہ خوب صورت لڑکی کون ہے آسکر.....؟" مسٹر بروک ہیگ ماریا کو خوش آمدید کہنے کے لیے آئے۔

ماریا کا چہرہ شادمانی سے دمک اٹھا۔ ویسی ہی دمک مسٹر ہیگ نے آسکر کے چہرے پر دیکھی اور وہ دل ہی دل میں کہہ اٹھے۔

"اوہ..... ماریا..... بورشے اور آسکر....."

جوزفین نے ماریا کا تعارف مہمانوں سے کرایا۔ پھر رقص شروع ہوا۔ وہ اور آسکر کئی بار ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ ماریا جتنی خوش ہو سکتی تھی اتنی خوش تھی۔ رات پر شادمانی کا عالم گہرا ہوتا گیا۔

رقص کے اختتام پر جوزفین نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آج کی رات گزر چکی ہر تقریب اور آنے والی ہر تقریب سے کہیں زیادہ یادگار ہوگی۔ موسیقی اپنی تعریف بدل دے گی۔ دھن اپنے ساز سے نکل کر حد کر دے گی۔ اگر ساز خوشیوں کے پیامبر ہیں تو آج کی رات یہ پیامبر کچھ نئے پیغامات دیں گے۔ ایسی دھن جسے صرف سنا ہی نہیں جائے گا بلکہ اسے دیکھ کر محظوظ بھی ہوا جائے گا۔ بورشے..... آج کی رات بورشے بجایا جائے گا..... باقی کا نظارہ راز ہے..... جو آپ پر بورشے ہی کھولے گا..... میری پیاری ماریا بورشے بجائیں گی....."

جوزفین کے عین سامنے کھڑی ماریا کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین کھسک گئی۔ اس نے بے یقینی سے آسکر کو اور پھر جوزفین کو دیکھا۔ آسکر نے جوزفین کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ بورشے کو یہاں بجا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

"ہرگز نہیں....." ماریا نے سرگوشی کی جو آسکر نے سن لی.....

"پتا نہیں جوزفین کے دل میں کیا آئی کہ اس نے یہ سب کہا ہے۔ میں جوزفین سے بات کرتا ہوں۔"

"ماریا اتنے لوگوں میں ساز نہیں بجائے گی۔" آسکر نے جوزفین سے کہا۔

"کیوں نہیں آسکر..... یہ تو ایک اعزاز ہے بورشے

کے لیے۔ تم جانتی ہو کہ شہر کے لوگ بہت باشعور اور عقل مند ہیں۔"

"لیکن ماریا نہیں بجانا چاہتی۔ تمہیں اس سے پوچھ کر اعلان کرنا چاہیے تھا۔"

"اوہ!" جوزفین نے ہونٹ سکڑ لیے۔۔۔ "میں اعلان کر چکی ہوں آسکر۔۔۔ اب میری کتنی سبکی ہوگی۔"

آسکر ماریا کے پاس واپس آیا' پیچھے ہی جوزفین بھی آگئی اور دونوں کے قریب کھڑی ہوگئی۔ اس سے پہلے ایوا اس کے پاس آکر اسے سمجھا رہی تھی کہ وہ تھوڑا سا بورشے بجادے پھر طبیعت کی ناسازی کا بہانا کردے۔

"بورشے کم یا زیادہ نہیں بجتا ایوا۔۔۔ میں بورشے کی بے عزتی نہیں کرسکتی۔"

آسکر نے یہ آخری بات سن لی۔ "پلیز ماریا! میں تم سے درخواست کرتا ہوں صرف ایک بار میرے کہنے پر بورشے بجادو میری بہن نے اعلان کردیا ہے' میں جانتا ہوں اس کی کتنی سبکی ہوگی۔ آئندہ وہ کسی تقریب کا انتظام نہیں کرسکے گی۔"

ماریا نے بے چارگی سے آسکر کو دیکھا اور رو دینے کو ہوگئی۔ "آسکر بورشے کوئی تماشا نہیں ہے' جگنو جوکر نہیں ہیں کہ وہ محظوظ کریں۔ انہیں عزت دینی ہوگی۔"

آسکر اس کی بات سمجھ گیا تھا لیکن پھر بھی وہ کہنے لگا۔ "سب بورشے کو پسند کریں گے۔ یہ ایک اعزاز ہوگا ماریا۔"

"میں نہیں بجانا چاہتی آسکر۔۔۔ مجھے یہ ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔۔ میرے انکار کو انکار ہی رہنے دو۔۔۔ مجھے مجبور نہ کرو۔۔۔"

آسکر کو افسوس ہوا کہ ماریا اس کی اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتی۔ "میرا خیال تھا شاید میں تمہارے لیے تھوڑی سی اہمیت تو رکھتا ہوں۔"

ماریا کی آنکھیں نم ہوگئیں اور اس نے ہار مانتے ہوئے آسکر کو دیکھا پھر ہال کو۔

"یہاں بہت روشنی ہے یہ موم بتیاں' مشعلیں اور آگ کے الاؤ انہیں بجھانا ہوگا۔ انہیں تب تک روشن نہ کیا جائے جب تک سارے جگنو واپس نہیں چلے جاتے' ایک ایک جگنو۔ بورشے انہیں بے خود کردیتا ہے' وہ آگ کی تپش کو بھی محسوس نہیں کرسکیں گے اور جل جائیں گے۔"

آسکر مسکرادیا۔ "میں روشنیاں گل کرادیتا ہوں تم فکر نہ کرو' تمہارے جگنوؤں کو کچھ نہیں ہوگا۔"

☆ ☆ ☆

مشعلیں اور آگ کے الاؤ بجھادیے گئے۔ کرسٹل بند موم بتیاں روشن رہیں' ہال نیم اندھیرے میں ڈوب گیا۔ ماریا کو افسوس ہوا کہ اس نے آسکر سے کیوں کہا کہ وہ ایک بار اس کے لیے بورشے بجادے گی۔ اچھا ہوتا کہ وہ کہہ دیتی کہ وہ انکل ولسن سے کیا گیا وعدہ کسی صورت نہیں توڑ سکتی۔ اسی وقت اس نے یہ سیکھ لیا کہ وعدے کو عارضی طور پر معطل نہیں کیا جاسکتا اسے پورے عہد کے ساتھ نبھانا پڑتا ہے۔

بورشے بجانا اسے ہمیشہ سے خوشی دیتا تھا لیکن وہاں موجود طبقہ اشرافیہ کے چہروں کی سختی' ان کی مصنوعی بناوٹ' ان کے انداز و اطوار اتنے دل پسند نہیں تھے کہ وہ ان کے لیے بورشے بجاتی۔ بورشے سادہ دلوں کا ساز تھا جن کے اطوار انسان دوست ہوں۔ بورشے ان سخت دلوں کے لیے بے کار تھا جو محبت اپنی شرائط پر کرتے ہیں' عزت دینے سے پہلے مقام تولتے ہیں رحم کا استعمال اپنی ترجیحات کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت وہ آسکر کو یہ سب باتیں نہیں سمجھا سکتی تھی۔

وہ ہال کے وسط میں آکر کھڑی ہوگئی اور بورشے کو اپنے پاؤچ سے نکال لیا۔ نہ جانے کیوں آج اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں اور اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کاش جوزفین آسکر کی بہن نہ ہوتی' کاش وہ اور آسکر مل کر جنگل میں بورشے کی دھن پر رقص نہ کیا کرتے۔ کاش آسکر اس کے لیے اتنا خاص نہ ہوتا۔

آسکر کو دیکھتے ہوئے اس نے بورشے کو منہ سے لگایا اور اس پر اپنی سانسیں چھوڑ دیں۔ دھن کی ابتدا

نے ہال میں سکوت طاری کر دیا۔ اس کی گلابی فراک کی جھلملی نے نیم اندھیرے ہال کو ستاروں سے بھر دیا۔ اس کے گندھے ہوئے بالوں میں لگی سنہری پن اس کے حسن کے آسمان پر چاند کی مانند ہو گئی۔

آسکر اس پر سے نظریں نہیں ہٹانا چاہتا تھا۔

ابتدائی دھن انتہا کیے' بجنے لگی۔۔۔ ماریا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ہال میں موجود مہمان جو پہلے بے توجہی سے ساز سن رہے تھے انہیں اب متوجہ ہونا پڑا۔ ماریا کی خوب صورتی دو چند ہونے لگی اور وہاں کھڑے لوگوں کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

دھن وسط کی طرف جانے لگی۔۔۔ ماریا نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔ چند جگنو اسے نظر آئے۔۔۔ ماریا مسکرا دی۔ بورشے اور جگنو ہمیشہ سے اسے بے خود کر دیتے تھے۔ وہ بھول جاتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے پھر سے اپنی آنکھیں بند کیں اور دھن کو پوری توجہ سے بجانے لگی۔ کھلی کھڑکیوں سے جگنو قطار باندھے اپنی اپنی دھن میں مگن اس کی دھن کی طرف آنے لگے اور ہال کی وسعت میں بکھرنے لگے۔

دھن اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ ہال کی نیم تاریکی میں ننھے قمقمے پرواز کرنے لگے۔ ماریا نے آنکھیں کھولیں۔ اپنی فراک کا ایک کونا پکڑ کر اٹھا لیا اور ہال کے عین وسط میں جھک کر کورنش بجایا اور پھر سر اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ دھن نے صبر کا ایک سانس لیا' وہ رکی ٹھہری اور نئی تازگی سے بجنے کے لیے کمربستہ ہو گئی۔

آسکر نے دنیا میں اتنی خوب صورتی اور ایسی معصومیت کے ساتھ نہیں دیکھی تھی۔ ایسی بے خودی اور اتنی محویت کے ساتھ نہیں دیکھی تھی۔ ساز تو جہاں بھر میں بجتے ہیں' ساز کے کمال میں ایسی جمالیت نہیں دیکھی تھی۔ ہال کے کونوں سے روشنیاں اڑتی ہوئی آئیں اور ماریا کے آس پاس منڈلانے لگیں۔ مہمانوں نے سر اٹھا اٹھا کر دیکھا اور بے ساختہ داد دینے لگے۔ ان کی سرخوشی کا عالم قابل دید تھا۔

"ناقابل یقین۔۔۔" آسکر کے دوست نے بے ساختہ کہا۔ مسٹر ریک بھی سر اٹھا کر دیکھ رہے تھے لیکن وہ یہ سب دیکھ کر خوش نہیں ہو سکے اور انہوں نے جوزفین کو ملامتی نظروں سے دیکھا۔

فراک کا کونا ماریا کے ہاتھ میں ہی تھا۔ اس کی دھن کی لے بدلی اور سب جگنو اڑ کر اس کی فراک کے اسی کونے کے ساتھ آ لگے۔۔۔ فرماں برداری۔

"اوہ۔۔۔" ہال میں مشترکہ آواز گونجی اور تالیاں بھی۔ آج بورشے کی تقریب رونمائی تھی تو ماریا بھی اس رونمائی کو عروج تک لے جانا چاہتی تھی۔ اس نے ٹھیک کہا تھا۔ بورشے آدھا ادھورا نہیں بجتا۔

دھن نے پھر لے بدلی تو جگنو ایک ہی دائرے میں اڑ کر اس کے گرد چکر لگانے لگے۔ چکر لگاتے رہے چکر لگاتے رہے۔۔۔ تیزی سے۔۔۔ فرماں برداری سے۔۔۔ محبت سے۔ ان کے دائرے میں موجود ماریا بھی ان کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ دھن کی لے پھر بدلی اور جگنو ایک دائرے میں سمٹ کر ہال کی وسعت میں نیچے سے اوپر اٹھ گئے۔ سب سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔

"ناقابل یقین۔۔۔" ملی جلی آوازیں ابھریں۔

بورشے اب روشنی کے قمقموں کو رقص کروا رہا تھا۔ ماریا اپنے آپ کو حالت رقص میں رکھتے ہوئے بورشے بجا رہی تھی۔ نظارہ لاجواب تھا اور جنون جواب طلب۔ ماریا خود بھی یہ بھول گئی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے اور آسکر بھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ماریا کے دائرے میں گھس جائے اور اس کے ساتھ مل کر رقص کرے۔ ہال میں جگنوؤں کا اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بڑھتے بڑھتے اتنے زیادہ ہو گئے تھے کہ سارا ہال ان سے بھر گیا تھا۔ اگر ان کی تعداد گنی جاتی تو بھی نہ گنی جا سکتی۔ ماریا کو اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ وہ آسکر کی طرف ہی دیکھ لیتی۔

وقت گزر رہا تھا۔۔۔ بورشے بج رہا تھا۔۔۔ جگنوؤں کا رقص جاری تھا۔۔۔

اور پھر۔۔۔ دیواروں سے لگی مشعلیں۔۔۔ ہال کی وسعت میں جگہ جگہ بنے روشنی کے الاؤ یک دم بھڑکے۔۔۔ آگ نے یک دم جیسے چھت کو چھوا۔۔۔

نئے سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔۔۔

ماریا نے ایک دل خراش چیخ ماری۔۔۔ بورشے اس کے ہاتھ سے دور جا گرا۔۔۔ جگنوؤں کا ڈھیر کا ڈھیر ہال کی چھت سے ہو کر اس تک آتا زمین پر جل کر ڈھیر ہو گیا۔ وقت کی تبدیلی کی ہلکی سی جنبش سے یہ ڈھیر بڑھتا گیا بڑھتا ہی گیا ماریا کا سفید رنگ جل کر سیاہ ہوا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہوئیں۔ وہ زمین پر ڈھیر ہو کر بیٹھ گئی۔ ہچکی، آخری سانس کی طرح اس کے جسم سے نکلی۔ اس کی جیسے روح پرواز کر گئی۔

"آگ کس نے جلائی ہے؟" آسکر پوری قوت سے دھاڑا۔۔۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا۔۔۔ بارہ بجتے ہی سب الاؤ روشن کر دیے جائیں۔۔۔ آپ کے حکم پر ہی تو۔۔۔"

آسکر نے لپک کر ان سب ملازموں تک جانا چاہا جو نیم اندھیرے میں اپنی اپنی جگہ مستعد کھڑے آگ روشن کر چکے تھے لیکن اسے ماریا کی فکر تھی۔

"ماریہ۔۔۔" آسکر فوراً اس کے پاس جا کر نیچے بیٹھ گیا۔ ایوا نے جلدی سے لپک کر بورشے اٹھایا اور اسے ماریہ کے ہاتھ میں دینا چاہا۔ اتنی سی دیر میں ماریہ کی آنکھیں زندگی کی طوالت کے سارے آنسو بہا چکی تھیں۔

"ماریہ۔۔۔" آسکر نے ہاتھ بڑھا کر ماریہ کے چہرے کو اوپر اٹھانا چاہا لیکن ماریہ نے طیش کی شدت سے ایک زوردار تھپڑ آسکر کے منہ پر دے مارا۔۔۔

ہال، جو پہلے سے ہی سناٹے کا شکار تھا۔ تھپڑ کی گونج سے بالکل ہی بہرا ہو گیا۔

آسکر سکتے کی حالت میں ماریہ کو دیکھنے لگا۔ اسے ماریہ سے ہر رویہ کی توقع تھی سوائے اس کے۔ دکھ سے آسکر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ بے عزتی کا احساس، جلتا کوئلہ بنا، روح بند ہو گیا۔

ماریہ اپنی جگہ سے اٹھی اور زمین پر نظریں گاڑے، سوختہ جگنوؤں کو دیکھتے، انہیں اپنے پیروں تلے آنے سے بچاتے باہر کی طرف یک دم بھاگی۔ آسکر بھی ماریہ کے پیچھے بھاگا۔ جس وقت وہ راہ داری سے گزر کر، سیڑھیاں اتر رہی تھی، آسکر نے اسے پیچھے سے تھام کر روک لیا۔

"میری بات سنو ماریہ۔۔۔ تم ایسے نہیں جاسکتیں۔"

ماریہ نے نفرت سے آسکر کو دیکھا اور اپنا بازو اس سے آزاد کرانا چاہا۔

"میں نے سب کو سختی سے منع کیا تھا کہ میرے کہنے سے پہلے روشنی نہ کی جائے۔ انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔"

"غلط فہمی تو مجھے تھی کہ تم سب اچھے لوگ ہو۔۔۔"

اس جملے نے آسکر کو چونکا دیا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟ تمہیں لگتا ہے یہ پہلے سے طے شدہ تھا کہ انہیں جلایا جائے گا۔"

"طے شدہ تھا یا نہیں لیکن وہ جل چکے ہیں۔ زندگی کے معاملات میں ایسے غفلت نہیں برتی جاسکتی کہ وہ موت تک لے جائیں۔"

"تم میرے ساتھ اندر آؤ۔ میری بات سنو۔"

"تمہیں لگتا ہے میں تمہاری بات سننے کے لیے تیار ہوں گی۔ تم نے میرے باپ کو جلا دیا۔" ماریہ چلائی۔

"ایسا کچھ نہیں ہوا، تم جذباتی ہو رہی ہو۔"

"تم نے مجھ سے کیوں کہا کہ میں بورشے بجاؤں؟ تم نے یہ کیوں چاہا کہ جوزفین کی عزت قائم رہے لیکن میرے جگنو جان سے جائیں؟ گاؤں کے گنوار لوگ تم جیسے لوگوں کی بے رحمی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انکل ولسن نے ٹھیک کہا تھا شہر کے لوگوں کے لیے بورشے کسی تماشے سے زیادہ اہم نہیں ہو گا۔ وہ محظوظ ہوں گے، تالیاں بجائیں گے اور فراموش کر دیں گے۔ مجھے ایسے لوگوں کے سامنے بورشے کو بے نقاب نہیں کرنا چاہیے۔" ماریہ نے چلا کر کہا۔

"تمہیں لگتا ہے میں بے رحم ہوں۔" آسکر نے بھی چلا کر کہا۔

"ہاں! بے رحم ہو تم۔۔۔"

"تم ان حشرات کے لیے مجھے بے رحم کہہ رہی ہو..... مر گئے ہیں تو اور آجائیں گے۔ تم ان کے لیے میری بے عزتی کررہی ہو۔" آسکر کا انداز اتنا ہتک آمیز تھا کہ تکلیف کے احساس سے ماریہ جھلس گئی۔

"حشرات..... جو مر گئے ہیں' وہ اب واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں موت کے لیے میں نے بلایا..... اس بورشے نے بلایا....." ماریہ نے ہاتھ میں پکڑے بورشے کو زور سے آسکر کے قدموں میں دے مارا۔

"اس موت کے پیامبر کو اب تم رکھو..... زندگی کے خاتمے کو تم بجاؤ..... بے رحمی تمہاری ہی میراث لگتی ہے۔"

تیزی سے ماریہ سیڑھیاں اترتی چلی گئی اور جس گلابی فراک کے کونوں پر کچھ دیر پہلے جگنو آکر ٹھہرے تھے' وہ فرشی فراک زمین کو چھوتی اپنی کم مائیگی کا ثبوت دینے لگی۔ ماریہ بیرونی گیٹ سے بھاگتی ہوئی نکل گئی۔ اندر نئے سال کا جشن شروع کردیا گیا تھا۔ رقص پھر سے شروع تھا..... موسیقی کو نئے شوق سے بجایا جارہا تھا۔ تماشا ختم ہوگیا تھا۔ بورشے اور جلے ہوئے جگنوؤں کو فراموش کردیا گیا تھا۔ آسکر سیڑھیوں کے کنارے کھڑا رہ گیا تھا۔

اور بورشے آسکر کے قدموں میں پڑا اپنی موت کا ماتم کرتا رہا۔

☆ ☆ ☆

مسٹر ہیگ' آسکر کے کمرے میں آئے۔ وہ کسی کتاب کو پڑھنے کے جتن کررہا تھا۔

"تمہیں ماریہ کے پاس جانا چاہیے تھا۔"

"اس کا خیال ہے' میں بے رحم ہوں۔ میرا بھی یہ ہی خیال ہے۔ میں اسے اپنی بے رحمی سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن زیادہ دیر نہ کرنا..... معصوم لوگ انتظار کرنے کے بہت عادی ہوتے ہیں۔" کہہ کر وہ چلے گئے۔

اگلے دن صبح ہی آسکر نے سارے معاملات معلوم کرلیے تھے۔ ملازموں کو یہ ہی حکم ملا تھا کہ عین جگنوؤں کے رقص کے دوران وہ آگ کے الاؤ روشن کردیں اور سب ایک ساتھ روشن ہوں۔ یہ جوزفین کا حکم تھا' لیکن اس کا اعلان آسکر کے نام سے ہونا چاہیے۔ سب ملازمین کو جوزفین ہی دیکھتی تھی اور وہ اسی کا حکم مانتے تھے۔ ماں کی موت کے بعد سارے گھر کا انتظام وہی دیکھتی تھی۔

وہ جوزفین کے پاس گیا جو گھر کے حسابات لکھنے میں مصروف تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ ماں کے مرنے کے بعد اس نے اپنی زندگی کو گھر کے لیے وقف کردیا تھا۔ وہ ہر وقت گھر کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی تھی اور شاید اسی سب نے اسے بدل کر رکھ دیا تھا۔ آسکر کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔

"آسکر تم..... آؤ بیٹھو....." جوزفین نے اسے ایسے کھڑے دیکھ کر کہا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا جوزفین؟" اس نے جوزفین کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ وہ جانتی تھی جب آسکر ایسے بات کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے۔ میں سب جان گیا ہوں۔

کچھ دیر کے سکوت کے بعد جوزفین نے کندھے اچکا دیے۔ "تمہیں ملازموں کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔"

"سچ کو سامنے آنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ ماں کے مرنے سے پہلے اکثر تم یہ بات کیا کرتی تھیں۔"

جوزفین نے آسکر کے چہرے کی سنجیدگی کو دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔ "ازابیلا مجھے بہت پسند ہے۔ وہ میری دوست بھی ہے۔ تم بھی اسے پسند کرتے ہو۔ تم کچھ اور وقت اس کے ساتھ گزارو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے لیے کس قدر مناسب ہے۔"

آسکر نے افسوس سے جوزفین کو دیکھا۔ "تمہیں ماریہ ناپسند تھی۔"

"میں اسے ناپسند نہیں کرتی آسکر..... وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔"

"لیکن ازابیلا زیادہ اچھی ہے۔" اس نے زہر خند کہا۔

"ہاں۔۔۔ مجھے بہت آگے تک کا سوچنا ہے آسکر۔۔۔ ازابیلا کا تعلق ایک اونچے خاندان سے ہے۔ تم جانتے ہو کہ شاہی خاندان سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔"

آسکر کی نظروں میں جوزمین کے لیے افسوس بڑھتا جارہا تھا۔ "تم نے ماریہ کو جوزفین کی جگہ رکھ کر کیوں نہیں سوچا؟"

"ماریہ جوزفین کی جگہ لے ہی نہیں سکتی تھی آسکر۔۔۔ وہ ایک گنوار لڑکی ہے۔ کیا تم جوزفین اور ماریہ میں فرق محسوس نہیں کرتے؟"

آسکر استہزائیہ ہنس دیا کیا یہ بات وہی جوزفین کہہ رہی ہے، جو رات کو سونے سے پہلے ہاتھ باندھ کر دعا کیا کرتی تھی۔"

جوزفین نے الجھ کر آسکر کو دیکھا۔

"وہ دعا کیا کرتی تھی کہ دنیا میں سب انسان ایک جیسے کپڑے پہنیں، ایک جیسا کھانا کھائیں، ایک جیسے گھر میں رہیں، پھر مل کر سب رقص کریں۔"

جوزفین آسکر سے رخ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ "وہ سب بچکانہ باتیں تھیں۔"

"ایک بار وہ مسز ولیم سے الجھنے لگی کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ ان کے ملازموں کے کپڑے سستے اور بدرنگ تھے۔ مسز مارک سے کیونکہ وہ اپنے ملازموں کو وہ کھانا نہیں دیتی تھیں، جو وہ خود کھاتی تھیں۔ وہ دوسروں کے کچن میں بہانے سے صرف اس لیے جایا کرتی تھی تاکہ دیکھ سکے کہ اس گھر کے ملازم کس حال میں ہیں۔ ایک بار وہ ماں سے تکرار کرنے لگی، کیونکہ وہ اس کے پرانے کپڑے ملازمہ کی بیٹی کو دے رہی تھیں، جو جوزفین کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جوزفین کا کہنا تھا کہ اس کی دوست کو اس کی اترن نہیں دی جاسکتی یا اسے نیا لباس لے کر دیا جائے یا پرانا بھی نہ دیا جائے۔ یہ اس کی بے عزتی کے مترادف ہوگا۔

جوزفین نے کرسی کی پشت میں اپنی انگلیاں گاڑ دیں۔

"جوزفین! کیا ماریہ اس ملازمہ کی بیٹی جیسی بھی نہیں تھی جسے تم اپنے گھر میں عزت دے سکتیں۔ مس ازابیلا دنیا کی خوب صورت خواتین میں سے ایک ہیں یا ان کا تعلق اونچے خاندان سے ہے، پھر بھی وہ ماریہ کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ اگر تمہیں ماریہ اور مس ازابیلا میں سے کسی ایک کے لیے سودے بازی کرنی ہی تھی تو پہلے کرتیں، میں ماریہ کو بے رحمی سے بچالیتا اور مس ازابیلا کا ہاتھ تھام لیتا۔"

"میں نے سب تمہارے لیے کیا آسکر۔۔۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم نے یہ سب میرے لیے کیا۔ اور برا کیا۔۔۔ ماریہ نے کہا تھا کہ بورشے ہر اس دل کی آواز ہے جس کے دل میں برتری کا احساس نہیں ہے، جو محبت کرنا اور عزت دینا جانتا ہے۔ بورشے اسی لیے تمہارے دل میں جگہ نہیں بنا سکا جوزفین۔۔۔"

اس آخری بات نے جوزفین کا حال کچھ ایسا کردیا کہ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر اس کے دل پر بہہ گیا۔

☆ ☆ ☆

مسز ایلی کے گھر سے معلوم ہوا کہ ماریہ اگلے ہی دن واپس گاؤں چلی گئی تھی۔ وہ گاؤں کے لیے روانہ ہوگیا۔ انکل ولسن سے ملتے ہی اس نے انہیں سب بتا دیا۔ وہ خاموشی سے سب سنتے رہے۔

"وہ اپنا بورشے بھی میرے پاس چھوڑ گئی ہے۔ وہ تو بورشے کے بغیر ایک دن نہیں رہتی، پھر اتنے دن کیسے رہی؟"

انکل ولسن نے چونک کر بورشے کو دیکھا۔ "اوہ! میں سمجھ گیا۔"

"کیا؟" آسکر کو بے چینی ہورہی تھی کہ وہ ماریہ کو وہاں اس سے ملنے کے لیے بلا کیوں نہیں رہے تھے۔

"اس نے خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ۔۔۔ مجھے جنگل سے خوف آتا ہے، رات کی آمد میرے لیے ایک ایسا خوف ناک خواب بن چکی ہے جس سے میرے جسم میں تکلیف سے سوئیاں چبھتی ہیں۔"

آسکر سناٹے میں آگیا اور اگلا سوال پوچھنے کے لیے اس نے بڑی ہمت مجتمع کی۔ "خط کیوں لکھا؟ ماریہ کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"جس دن ماریہ یہاں واپس آئی تھی اس کے تین دن بعد ہم نے اسے گھر میں نہیں پایا۔ اس کا ایک خط موجود تھا۔ اس نے لکھا کہ وہ اپنی ماں کے پاس جا رہی ہے۔" انکل ولسن نے ماریہ کا خط لا کر آسکر کو دے دیا۔

آسکر نے ایک دو "تین" پھر کئی بار اس خط کو پڑھا اور بے قراری سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"اور بورشے... اس کا کیا ہو گا؟" اپنے نام کے بجائے اسے بورشے کا نام لینا پڑا۔

"اب یہ تمہارا ہے آسکر..."

آسکر کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اسے انکل ولسن سے اتنی سفاکی کی توقع نہیں تھی۔

"یہ میرا کیسے ہو سکتا ہے۔ ماریہ تو اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ اب یہ تمہارا ہے۔"

کتنی ہی دیر آسکر سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ "مجھے ماریہ کے پاس جانا ہے آپ مجھے پتا دے دیں۔"

"آسکر! مسز جین کے ساتھ ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں ماریہ کے لیے بھی فکر مند ہوں۔ وہ سال میں ایک آدھ بار ماریہ کو ایک خط لکھ دیا کرتی تھیں۔ کبھی تو سالوں بھی گزر جاتے تھے۔ دراصل البرٹ کی وجہ سے ہمارے مسز جین کے ساتھ تعلقات زیادہ اچھے نہیں رہے تھے۔ وہ بھی ہمیں پسند نہیں کرتی تھیں۔ ماریہ کے کمرے کی تلاشی لی تو وہاں ایسا کچھ نہیں ملا جو مسز جین کے بارے میں بتا سکے۔ ماریہ ان کے خطوط بھی ساتھ لے گئی ہے۔ ماریہ ایسے ہی چھپ کر جانا اور رہنا چاہتی تھی۔"

"ماریہ نے کبھی تو ذکر کیا ہو گا کہ اس کی ماں کہاں رہتی ہے۔"

"مجھے ایک ہی جملہ یاد ہے ماریہ نے کہا تھا کہ ماں فرانس چھوڑ کر جا رہی ہے اور یہ بھی کافی پرانی بات ہے آسکر۔"

آسکر پھر سے وہ خط پڑھنے لگا جو ماریہ لکھ کر گئی تھی جس کی آخری سطر کچھ ایسے تھی۔

"ایسے گھر چھوڑ دینے کے لیے مجھے معاف کر دیجیے گا انکل ولسن! لیکن اگر آپ میری کیفیت سمجھ جانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ مجھ سے ناراض نہیں رہیں گے۔"

"ماریہ ہمیشہ سے ایک خوش باش بچی رہی ہے آسکر! وہ چھ سال کی تھی جب اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ وہ نہ دنیا سے بے زار تھی، نہ مایوس۔ اس کے پاس ہر دکھ درد کا علاج بورشے تھا۔ اس نے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ اس نے ہمیں کبھی تنگ نہیں کیا۔ وہ بہت پیاری، فرماں بردار بچی رہی ہے۔ میں نے اسے بورشے بجانے سے منع کر دیا تو وہ چھپ کر بجانے لگی۔ میں یہ ہی چاہتا تھا کہ وہ چھپ کر بجائے، لیکن سب کے سامنے آ کر نہیں۔ اگر اس نے بورشے کو خود سے الگ کر دیا ہے تو اس کا مطلب..."

آسکر کے چہرے پر پرچھائیاں بڑھ گئیں اور اس نے تاریک رات کی طرح اپنے اندھیرے کو ٹٹولا۔ انکل ولسن، آسکر کو دیکھ کر اپنی بات مکمل کرنے کی جرات نہیں کر سکے۔

"کیا مجھے کسی ایسے رشتے دار کے بارے میں بتا سکتے ہیں جو ماریہ کی ماں کے بارے میں جانتے ہوں۔"

"میں ہی ماریہ کا سب سے قریبی رشتے دار ہوں۔ چچا ہوں اس کا۔ میں نے سب رشتے داروں سے معلوم کر لیا ہے۔ کچھ جگہوں پر خطوط لکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہاں سے کوئی حوصلہ افزا جواب آ سکتا ہے۔"

"اگر آپ کو ماریہ کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو آپ مجھے فوراً بتا دیں گے۔"

"تمہیں فوراً بتا دینا فرض ہے مجھ پر آسکر۔"

آسکر نے ساری دنیا کو جنگل ہوتے دیکھا اور اسی جنگل کو ابدی نیند سلا دینے والے جادوگر کو بھی... جو وہ خود تھا۔

مسٹر بروک ہیگ نے اسے ایسی ناکام چال سے چل

کر گھر آتے دیکھا کہ ان کے دل پر وزنی بوجھ آ گرا۔ وہ اسکاٹ لینڈ سے بھی ہو آیا تھا جہاں ماریہ کے کچھ رشتے دار رہتے تھے۔ اس کے پاس ماریہ کی ماں اور سوتیلے باپ کے بارے میں ان کے ناموں کے علاوہ کوئی معلومات نہیں تھی۔ گھر واپسی پر اس نے اپنی جیب سے بورشے نکال کر اپنے ہاتھ میں لیا اور کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے اپنے منہ سے لگالیا.... رات ایسے ہی بیت گئی۔ جوزفین' روزا اور مسٹر بروک ہیگ ساری رات بورشے کو روتے ہوئے سنتے رہے۔

☼ ☼ ☼

اگلے دان صبح ہی مسٹر ہیگ اس کے کمرے میں آئے۔ بورشے کو سینے پر رکھے' وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے اونگھ رہا تھا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر بستر تک جانے کے لیے کہنا چاہا لیکن پھر رک گئے اور اس کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچی پکی نیند سے جاگ کر اس نے کمرے میں دیکھا تو مسٹر ہیگ کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میں تمہارے لیے پریشان ہوں آسکر....." مسٹر ہیگ اتنا ہی کہہ پائے۔

اٹھ کر اپنا لباس درست کرتا آسکر کوئی جواب نہ دے سکا۔

"اتنے ہفتوں بعد تم گھر واپس آئے ہو۔ تم نے اطلاع دینا بھی مناسب نہیں سمجھا۔"

"اگر میں اسی رات ماریہ کے پیچھے چلا جاتا تو وہ مجھے مل جاتی' وہ ایسے غائب نہ ہو جاتی۔" وہ یک دم ان کے سامنے گھٹنوں کے بل آ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں....." مسٹر ہیگ نے سر ہلایا۔

"مجھے دکھ تھا کہ اس نے مجھے بے رحم کیوں کہا۔ مجھے دکھ تھا کہ اس نے میرے منہ پر تھپڑ کیوں مارا۔ مجھے اپنے دکھ کی پروا تھی' اس کے نہیں....." مسٹر ہیگ اسے دیکھتے رہے۔

"بولو میں سن رہا ہوں۔"

جب تک انسان کی انا بلند رہے گی۔ اس کی محبت بلند نہیں ہو سکے گی۔ اس رات میری انا بلند رہی اور میں اس کے پیچھے نہیں گیا۔ گاؤں کی ایک معمولی لڑکی کے پیچھے بھاگ کر جانا' مجھے اپنی حیثیت کے مقابلے میں معمولی لگا۔"

"تم ایک محبت کرنے والے اور ہمدرد انسان ہو آسکر.... تمہیں اپنے بارے میں وہم نہیں پالنے چاہئیں۔"

"ہم سب ہی محبت کرنے والے اور ہمدرد انسان ہوتے ہیں پاپا۔ اس وقت تک جب تک ہماری محبت اور ہمدردی کا امتحان نہ لے لیا جائے۔ ہم سب ہی اچھے ہوتے ہیں' جب تک ہماری برائی کا نقاب نہ الٹ دیا جائے۔"

"میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ ماریہ بہت حساس ہے۔ وہ صرف میرے لیے آئرلینڈ آئی تھی' مجھے اس بات کا یقین ہے۔ وہ بورشے بجائے بغیر نہیں رہا کرتی تھی لیکن پھر وہ میرے لیے جنگل میں بورشے لے کر جایا کرتی تھی۔ مجھ سے ملنے کے بعد ہی اس نے نئی دھنوں کو بجانا شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی..... پھر بھی میں اس کے پیچھے بھاگ کر نہیں جا سکا۔ میں اس کا راستہ نہیں روک سکا۔ چند قدم ہی تو تھے.... وہ میرے سامنے ہی تو مجھ سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اسی وقت اسے روک لینے میں کیا حرج تھا۔ اسے بھی یہ ہی دکھ ہو گا کہ میں نے اسے جانے دیا۔"

"اس کے ساتھ ہمیشہ یہ دکھ نہ رہنے دو کہ تم نے اسے جانے دیا۔"

آسکر نے سر اٹھا کر مسٹر ہیگ کو دیکھا۔

"یہ ملاقات یہیں ختم ہو گئی۔"

چند دنوں بعد آسکر مسٹر ہیگ کے پاس آیا۔ "آپ نے میرے بارے میں آج تک جو کچھ کہا' وہ سچ ثابت ہوا۔ آپ نے کہا تھا کہ میں کبھی اچھا شکاری نہیں بن سکوں گا اور یہ ہی ہوا۔ ایک وقت آیا جب میں رات دن شاعری کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے کینوس اور رنگ خرید لیے۔ وہی ہوا جو آپ نے کہا تھا' نہ میں شاعری کی

گہرائی میں اتر سکا، نہ رنگوں سے مزین کچھ تخلیق کرسکا۔ اب آپ بتائیں، کیا میں ماریہ کو ڈھونڈلوں گا۔ میں سچ سننا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! میرے پیارے آسکر! تم اچھے شکاری ضرور بنتے اگر تم بہادری سے اپنی کمزوری سے مقابلہ کرنا سیکھ جاتے۔ تم اچھے شاعر بھی ضرور بن جاتے اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ احساسات کی ترجمانی زبان اور قلم سے پہلے روح سے کی جاتی ہے۔ تم مصور بھی بنتے اگر رنگوں سے پہلے کی بے رنگ دنیا کو دیکھنا سیکھ جاتے۔"

"کیا میں ماریہ کو ڈھونڈلوں گا؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"یہ تم طے کروگے... یا..."

"یا...؟"

"یا بورشے...؟"

"بورشے... بورشے..." وہ بڑبڑایا۔

اس رات بورشے پھر رات بھر بجتا رہا... پھر سے روتا... غم زدہ... دل گرفتہ...

☼ ☼ ☼

نئے سال کی سردی اپنے عروج پر ہی رہی اور وہ برفانی رات میں جنگل میں اپنے گھوڑے پر سوار اس وقت کو یاد کرنے کی کوشش کررہا تھا، جب وہ پہلی بار یہاں آیا تھا۔ اس نے بورشے کو اپنے منہ سے لگایا اور اس دھن کو ذہن میں جگا کر اپنی سانسوں سے نکال کر بورشے کی دھن تک لانا چاہا جو اس جنگل میں اس رات گونج رہی تھی۔ بورشے سے چند بے ہنگم آوازیں نکلیں اور جواب میں اس کے گھوڑے کی ناراض ہنہناہٹ۔ پھر بھی وہ کتنی ہی دیر تک کوشش کرتا رہا، لیکن بورشے سے دھن کے نام پر ایک سر بھی نہیں نکلا۔

اگلے دن گاؤں والوں نے ہیگ خاندان کے خوب صورت جوان بیٹے کو چراگاہ میں ٹہلتے، گھاس پر لیٹے، درخت سے پیٹھ لگائے بیٹھے، جھیل کے پانی میں پیر سے ارتعاش پیدا کرتے، بورشے بجانے میں خود کو ہلکان کرتے دیکھا۔

"یہ ایک لڑکی کا ساز ہے... تمہیں زیب نہیں دیتا..." گاؤں کے ایک بوڑھے نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا۔

آسکر ہنس دیا۔ "یہ کسی صنف کا نہیں انسان کا ساز ہے۔"

اس کا ماننا تھا کہ ماریہ کا گاؤں اسے بورشے کی کچھ دھنیں دے دے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جوزفین نے اسے ایک لمبا خط لکھا تھا، اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی شادی کی تیاریاں اس وقت تک شروع نہیں کرسکتی جب تک وہ واپس نہیں آجاتا۔

"تمہیں اپنا خیال رکھنا نہیں بھولنا چاہیے۔" جوزفین کے لیے جب وہ واپس آگیا تو اس نے نظریں چرا کر اس کے بڑھے ہوئے بالوں اور بے ہنگم مونچھوں کو دیکھ کر کہا۔

وہ مسکرا دیا۔ "تم صرف اپنی شادی کے دن کی فکر کرو، میری نہیں۔"

شادی کے دن جوزفین کا ہاتھ پکڑے جب وہ اسے دولہا کے پاس لے جارہا تھا تو جوزفین نے اپنے سفید نقاب کے پیچھے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے معاف کردو آسکر..."

آسکر نے جوزفین کی طرف محبت سے دیکھا۔ "نئی زندگی کی شروعات، پرانی غلطیوں کی نشان دہی سے نہیں کرنی چاہیے۔" کہہ کر اس نے جوزفین کا ہاتھ اس کے دولہا کے ہاتھ میں دے دیا۔

☼ ☼ ☼

"تم لزا کو پیانو کیوں نہیں سکھادیتیں۔" ایک دن ماں نے اس سے کہا۔ اسے تھوڑا بہت جتنا بھی پیانو بجانا آتا تھا، اس نے لزا کو سکھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی کیونکہ لزا خود کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی تھی۔

"کیا مسٹر ولسن نے میری بیٹی کو پیانو سکھانے کی زحمت بھی نہیں کی۔" ماں کو بہت برا لگا۔

"انگلینڈ میں تم وہ واحد لڑکی ہو گی جو انتا برا پیانو بجاتی ہو گی۔ تمہاری تربیت پر انہوں نے بالکل توجہ نہیں دی۔ کیا اسی لیے تمہارے باپ نے تمہیں ان کے پاس چھوڑا تھا۔"

"انہوں نے مجھے ایوا اور کیتھی کی طرح ہی رکھا۔ وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔"

"کیا کیتھی اور ایوا کو پیانو بجانا آتا ہے؟"

"ہاں... بہت اچھا..."

"پھر تمہیں کیا بجانا آتا ہے؟ کیا سیکھا ہے تم نے ماریہ؟"

"میں نے... م..."

"بولو، جواب دو... کیا تم جانتی ہو، یہاں لڑکیاں کیا کچھ کرنا جانتی ہیں، تمہارا تعارف کراتے ہوئے تو مجھے شرمندگی ہی اٹھانی پڑے گی۔"

ماریہ سر جھکا کر بیٹھی رہی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے انداز و اطوار میں شائستگی بھی نہیں ہے، تم بالکل اجڈ گنوار لگتی ہو۔"

"میں گنوار ہی ہوں ماں۔"

"اسی لیے میرے بار بار بلانے پر بھی تم میرے پاس نہیں آئیں، تاکہ تم پھوہڑ اور گنوار رہ سکو۔" ماریہ خاموشی سے سنتی رہی۔

اس کی ماں کے سات بچے تھے اور وہ ان کی دیکھ بھال میں کتنی بھی مصروف رہتی تھی لیکن وہ اپنا خیال رکھنا نہیں بھولتی تھی۔ انہیں اپنے لباس، اپنی خوب صورتی کی بہت فکر رہتی تھی۔ جب ماریہ دو سال کی تھی، تب مسٹر البرٹ اور مسز جین نے الگ ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وہ ایک ایسے انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھیں جسے سمندر سے محبت تھی۔ ایک جہاز راں کی واپسی کا انتظار شروع شروع میں تو انہیں اچھا لگا، پھر انہیں کوفت ہونے لگی اور وہ دونوں الگ ہو گئے۔ ماریہ اپنے چچا کے ساتھ رہنے لگی اور وہ اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ آئرلینڈ چھوڑ کر چلی گئیں۔

ماریہ کو اس بات کا کبھی دکھ نہیں رہا تھا کہ ماں نے اسے چچا کے پاس ہی رہنے دیا تھا۔ لیکن ماں کا انکل ولسن کے لیے سخت رویہ اسے اچھا نہیں لگا۔ وہ خاموشی سے سن بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کے کانوں میں شائیں شائیں سی ہوتی رہی تھی۔

سات بچوں، چار ملازموں اور دو منزلہ گھر کی دیکھ بھال ماریہ نے کرنی شروع کی تو مسز جین خوش ہو گئیں اور انہوں نے انکل ولسن کے لیے سخت الفاظ استعمال کرنے بند کر دیے۔ مسز جین سر شام ہی کہیں نہ کہیں چلی جاتی تھیں۔ ان کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ گھر ان کی سہیلیوں کی آمد سے بھی پر رونق رہتا تھا۔ ماریہ، ماں کے نت نئے ڈیزائن کے کپڑے دیکھ کر حیران رہ جایا کرتی تھی۔ کیا کوئی سوچ سکتا تھا کہ اس جیسی فیشن سے نابلد لڑکی کی ماں فیشن کی اتنی دل دادہ ہو سکتی ہے۔

رات کو اس کے چھوٹے بہن بھائی سو جاتے تو وہ روشنیاں گل کر کے اندھیرے میں چپ چاپ بیٹھ جاتی۔ کھڑکی کے باہر کوئی جنگل نہیں تھا، وہ جانتی تھی، پھر بھی اسے لگتا وہ جنگل میں بیٹھی ہے اور اڑ کر آنے والوں کی بددعائیں سمیٹ رہی ہے۔ اب وہ اس کے گرد رقص نہیں کر رہے بلکہ اسے نفرت سے دیکھ کر دور بھاگ رہے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتی۔

"ماریہ... ماریہ... کیا ہوا ہے تمہیں۔"

ماں تشویش سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ دونوں چھوٹے بچے بھی اسے اپنے اپنے بستر پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں نیند تھی اور وہ ڈرے ہوئے لگتے تھے۔

"آپ آگئیں؟ کیسی رہی دعوت؟"

مسز جین نے اچنبھے سے ماریہ کو دیکھا۔ "دعوت سے تو میں کب کی آچکی ہوں ماریہ... میں تو تمہاری چیخ سن کر اپنے کمرے سے بھاگتی ہوئی آئی ہوں۔ کیا ہوا ہے تمہیں... تم اپنے بستر پر سو کیوں نہیں رہیں۔ ایسے یہاں کیوں کھڑی ہو... یہ بورشے کون ہے؟"

اس نے آس پاس دیکھا۔ "وہ کمرے کے وسط میں کھڑی تھی اور اس کی فراک کا ایک کونا اس کی کلائی کے ساتھ بندھا تھا۔"

✵ ✵ ✵

اس نے پیانو سیکھنے کی کوشش شروع کردی تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ وقت پیانو کو بجانے کی کوشش کرتی۔

مسز جین گھر ہوتیں تو افسوس سے سرہلاتی رہتیں۔

"ایسے لگتا ہے تمہاری انگلیوں کو بددعا دی گئی ہے' یہ کبھی کوئی ساز نہیں بجاسکیں گی۔ تم پر سازوں کی روح مہربان نہیں ہے ماریہ.... شروع میں تو سب ہی برا بجاتے ہیں' لیکن تم تو بدترین بجارہی ہو۔ تم پیانو بجانے کی کوشش ترک کردو۔ تم خود کو تھکا رہی ہو۔"

وہ باز نہیں آئی اور اپنی کوشش جاری رکھی۔

ایک رات ماریہ باغ میں چہل قدمی کررہی تھی کہ اس نے فضا میں روشنی کے نقطے کو حرکت کرتے دیکھا۔ اتنے عرصے میں ایسا پہلی بار ہوا کہ وہ تھوڑا سا مسکرادی۔ اسے لگا کہ اس کے دوست اسے ڈھونڈتے پھررہے ہیں۔ یہ گمان اتنا زور آور تھا کہ وہ خوش دلی سے ٹہلتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔ وہ ایک پودے پر بیٹھا تھا۔ ابھی ماریہ کا سایہ بھی اس پودے تک نہیں پہنچا تھا کہ اس نے اسے اڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ اتنی تیزی سے اڑ گیا کہ ماریہ کو گمان ہوا کہ وہ اسی کی موجودگی سے دور بھاگا ہے۔ یہ خیال اس کے دل میں اتنی بری طرح سے راسخ ہوگیا کہ وہ باغ میں دیر رات تک ٹہلتی رہی۔ وہ جگنوؤں کا انتظار کرتی رہی لیکن دوبارہ پھر ان کے باغ میں کوئی جگنو نہیں آیا۔ اس گمان نے اسے نیم پاگل سا کردیا اور شام کو وہ شہر کے ایک دوسرے باغ میں گئی اور وہاں کتنی ہی دیر تک ٹہلتی رہی۔ پھر اس نے یہ معمول بنالیا کہ وہ باغ میں دیر گئے تک ٹہلتی رہتی۔ مسز جین کو اس سے کوفت ہونے لگی تھی۔

"ماریہ! کیا تم نے زندگی کا مقصد چہل قدمی ہی بنالیا ہے۔"

ماریہ نے ماں سے چھپ کر رات کو باغ میں ٹہلنا شروع کردیا۔ وہ رات گئے تک جگنوؤں کا انتظار کرتی رہتی۔ ایک دن مسز جین اسے اپنی سہیلی کے گھر لے گئیں۔ وہاں بھی ماریہ دیر تک ان کے باغ میں چہل قدمی کرتی رہی۔ اور پھر سرشام فوارے کے گرد اسے چند جگنو نظر آگئے۔ وہ دیر تک انہیں دور سے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ہی ان کے قریب گئی وہ اس سے دور ہوگئے۔

ماریہ فوارے کے پاس سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ یہ گمان حقیقت بن چکا تھا کہ وہ ننھے قمقموں کے لیے قابل نفرت بن چکی ہے۔ اب وہ کبھی اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ بورشے رحم دلی کا ساز ہے' اس نے بے رحمی کا ساز بجایا تو وہ اس سے دور ہوگئے۔

"میں جان گئی ہوں' اب میں بورشے بجاتی بھی تو کوئی نہ آتا۔" میں نے سب کچھ کھودیا۔

روشنی.... رقص.... اور بورشے....

✵ ✵ ✵

آئرلینڈ کی راتوں میں ویرانی بڑھتی جارہی تھی۔ ویرانوں کی تنہائی کو بورشے کا بے ہنگم ساز اور ویران کررہا تھا۔ مسٹر بیگ کے گھر کے ملازموں کو بورشے کی بے ہنگم دھن میں سونے کی عادت ہوچکی تھی۔ وہ رات کو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لینے پر مجبور تھے۔ دن میں 'رات کی باتیں کرتے کرتے بھی وہ تھک چکے تھے۔

اپنے کمرے کی کھڑکی کی چوکھٹ میں بیٹھے بورشے کو منہ سے لگائے' آسکر اس دھن کو اپنی بند آنکھوں سے پڑھنے کی کوشش کرتا رہتا جو اس نے جنگل میں سنی تھی۔ وہ دھن اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتی تھی لیکن وہ اس کے ساتھ ساز میں نہیں آتی تھی۔ ایک بھی بار' کبھی ایک بھی بار بورشے سے اس دھن کا ایک آدھ سر بھی نہیں نکلا تھا۔ وہ جانتا تھا' جاڑے کی ساری ٹھنڈی راتوں کی کوشش کے باوجود وہ ناکام ہے.... ناکام ہے....

"جگنو اتنی جلدی نہیں آیا کرتے...." وقت نے آسکر کے کانوں میں سرگوشی کی اور وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"جانتے ہو آسکر! تمہارے دوست تمہارے بارے

میں کیا کیا باتیں کرتے رہتے ہیں۔" ایک دن روزا نے معصومیت سے پوچھا۔

"میں جان کر کیا کروں گا روزا...!"

"وہ کہتے ہیں کہ تم ناکارہ ہو چکے ہو...."

"میں واقعی ناکارہ ہوں.... میں اب تک بورشے سے ایک دھن نہیں بجاسکا۔"

"مجھے اچھا نہیں لگتا' سب تمہارے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔" روزا نے اپنا نچلا ہونٹ لٹکا کر کہا۔

"کرنے دو...."

"وہ کہتے ہیں تم دیوانے ہو...."

"کہنے دو...."

"مسٹر کارٹر کی پارٹی میں سب کہہ رہے تھے کہ تمہیں شہر سے باہر نکال دینا چاہیے' کیونکہ تمہارے ساز کی آواز جھینگروں کی آوازوں سے بھی بدتر ہے۔" پھر وہ سب ہنسنے لگے۔ آسکر بھی ہنسنے لگا۔

"وہ لوگ سچ کہہ رہے تھے۔ کیا ان کو اتنا بھی حق نہیں کہ وہ سچ کہیں اور اس پر ہنسیں۔"

"انہیں ایسے تمہارا مذاق نہیں اڑانا چاہیے آسکر...!"

"دوسروں کو کیا کرنا چاہیے' یہ ہم طے نہیں کرسکتے روزا۔ دوسروں کے لیے اپنے دل سے غصہ نکال دو۔ ناپسندیدگی' نفرت میں بدلے گی اور نفرت سب کچھ لے ڈوبے گی۔"

"آسکر! تمہیں اس حد تک نہیں بدلنا چاہیے کہ معاشرے میں تمہارا مقام گر جائے۔"

"معاشرتی پیمانوں کی اتنی فکر نہیں کرنی چاہیے روزا... ان کے معیار بدلتے رہتے ہیں۔"

"مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے آسکر.... تم نے ایسی انوکھی باتیں کیسے سیکھ لیں؟"

"بورشے اس وقت تک نہیں بجے گا روزا! جب تک میرا دل صاف نہیں ہوگا' دھن اس وقت تک تکمیل کی طرف نہیں آئے گی جب تک میں ہر خاص و عام کے لیے احترام نہیں رکھتا۔ بورشے دل کی سادگی اور بے نیازی کا ساز ہے روزا...."

"آسکر! تم بورشے کو پھینک دو...."

آسکر نے مسکرا کر روزا کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "تم ایسی بات کروگی تو میرا دل اور دکھے گا۔"

"تم کبھی ماریہ کی طرح بورشے نہیں بجاسکو گے۔"

"شاید ایسا ہی ہو.... لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ میں ماریہ سے اچھا بورشے بجانے لگوں۔"

☼ ☼ ☼

آسکر نے اپنے جانے کی تیاری مکمل کرلی تو وہ مسٹر ہیگ کے کمرے میں انہیں الوداع کہنے آیا۔

"خط لکھتے رہنا آسکر.... ایسا نہ ہو تمہیں ڈھونڈنے کے لیے مجھے بھی کسی ساز کا سہارا لینا پڑے۔"

آسکر ہنس دیا۔ وہ ایک بار پھر سے ماریہ کو ڈھونڈنے کے لیے آئرلینڈ سے باہر جارہا تھا۔ اسے مسز جین کے کچھ رشتے داروں کے بارے میں انکل ولسن نے بتایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ انہیں خط لکھ چکے ہیں لیکن آسکر نے خط کے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ وہ اتنا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔

جس وقت وہ فرانس جانے کے لیے جہاز پر بیٹھا' اس وقت پانی کی سطح پر سورج اپنی آخری کرنیں چھوڑ رہا تھا۔ پانی کی سطح بے شمار جگنوؤں سے سجی ہوئی لگ رہی تھی۔ آسکر مسکرا دیا۔ اسے لگا قدرت کی طرف سے یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ شاید اسے فرانس میں ماریہ مل جائے' ورنہ جہاز میں جگنو....؟

☼ ☼ ☼
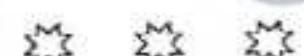
سمندر کی سطح پر تیرتے اکلوتے جہاز کو دیکھ کر اسے مسٹر البرٹ یاد آگئے۔ آج سے پہلے اس نے ہمیشہ انہیں خوش ہو کر یاد کیا تھا۔ لیکن آج وہ دکھی ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"کیا ہوا ماریہ ڈیئر...." مسز جین کی سہیلی لیڈی الزبتھ نے پوچھا۔

"یہ پینٹنگ اچھی ہے۔" ماریہ نے دیوار پر لگی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ یہ پینٹنگ.... یہ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ یہ

مجھے یاد کراتی رہتی ہے کہ مجھے جلد سے جلد اپنے اگلے سفر کی تیاری کر لینی چاہیے۔"

"ماں بتا رہی تھیں آپ کو سیاحت کا بہت شوق ہے۔"

"بہت زیادہ۔۔۔ افریقہ کے سفر نے مجھے بہت سی عجیب و غریب چیزیں حاصل کرنے کا موقع دیا۔ جبکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ میں افریقہ جادو سے جوان ہو نے گئی تھی۔ اگر سمندر کے سفر نے ہی مجھے جوان رکھا ہوا ہے تو اس میں میرا کیا قصور۔۔۔" یہ کہہ کر وہ کافی دیر تک ہنستی رہیں۔

"کیسی چیزیں؟" ماریہ نے صرف بات کو طول دینے کے لیے پوچھا۔۔۔ اور اس کے پاس تھا ہی کیا باتیں کرنے کے لیے۔۔۔

لیڈی الزبتھ نے ملازمہ سے کسی خاص صندوق کو لانے کے لیے کہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک ننھی سی شیشی کو اس کے سامنے کھول کر رکھ رہی تھیں۔ ماریہ سمجھی، وہ کوئی خوشبو ہے۔ کھول کر وہ ناک تک لے گئی، لیکن اسے کوئی خوشبو نہیں آئی۔ لیڈی الزبتھ ہنسنے لگیں۔

"یہ خوشبو نہیں ہے ماریہ۔۔۔! یہ مجھے حاصل ہونے والی خاص چیزوں میں سب سے زیادہ خاص ہے۔۔۔ یہ تو جگنو ہیں۔"

چھوٹی سی بوتل ماریہ کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی اور وہ پوری کی پوری کانپ گئی۔ اسے لگا لیڈی الزبتھ اس پر طنز کر رہی ہیں۔ وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"میں بھی ایسے ہی حیران رہ گئی تھی، جب مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ تم ان جنگلی لوگوں کو نہیں جانتیں، میں تو انہیں جادوگر ہی کہوں گی۔ مجھے اس کے لیے کافی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی، لیکن یہ مجھے مل ہی گئی۔ دیکھو اس کا ایک قطرہ عام پانی میں شامل کر کے اسے باغ، پودوں، پھولوں پر چھڑک دینے سے کچھ ہی دیر میں جگنو ان پر آ کر بیٹھنے لگتے ہیں۔"

"کیا آپ نے اس کا استعمال کیا ہے؟" ماریہ کی آواز کانپ گئی۔

"کیا تمہاری ماں نے تمہیں نہیں بتایا؟ یہ بات تو ٹاک آف دا ٹاؤن رہی ہے۔ چند ہفتے پہلے کی دعوت میں۔۔۔ میں اس کا استعمال کر چکی ہوں۔ میرے مہمان حیران تھے کہ میں نے حیرت کا ایسا سامان کہاں سے لیا۔ سب مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے ماریہ!"

ماریہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر لیڈی الزبتھ اچانک آنے والے کسی ملاقاتی سے ملنے گئیں تو ماریہ نے جلدی سے بوتل کو کھول کر اس کے کئی قطرے اپنے ہاتھ پر ٹپکا کر اپنے چہرے، بازو، کپڑوں پر مسل لیے۔۔۔ خود غرضی کی حد کو چھوتے ہوئے اس نے تھوڑی سی اور چوری کی اور چند اور قطرے لے کر ایسا ہی کیا، اگر لیڈی الزبتھ واپس نہ آ جاتیں تو یقیناً" وہ پوری بوتل کے ساتھ ایسا کر جاتی۔

ماریہ نے جلدی سے ان سے رخصت چاہی اور ان کے گھر سے باہر آ گئی اور گھر جانے کے بجائے باغ میں آ گئی۔ شام، رات سے ملنے کی تیاریوں میں تھی۔ وہ افریقی جادو آزمانے آئی تھی۔ وہ پودوں اور پھولوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔

اندھیرے نے روشنی کے دھبے نمایاں کرنے شروع کیے اور دور سے اسے روشنی کے قمقمے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہ ایک نہیں کئی ایک تھے۔ وہ ٹھیک ان ہی پودوں اور پھولوں کی طرف آ رہے تھے جہاں وہ کھڑی تھی۔ ان کے آنے کا انداز قدرتی نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی، وہ کسی چیز کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔ افریقی جادو کی طرف۔۔۔ ماریہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اسے لگا کہ وہ خوشی سے پاگل ہی ہو جائے گی۔ سب جگنو اسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہاں اب وہ واپس جائے گی، آئرلینڈ بھی اور گاؤں بھی۔۔۔ وہ آسکر کو ایک خط فوراً" لکھ دے گی کہ وہ واپس آ رہی ہے۔ انکل ولسن کے گلے سے لگ جائے گی۔ ایک بار پھر وہ فراک اٹھائے گی اور اپنے دامن میں سب جگنو سمیٹ لے گی۔ بورشے پھر سے اس کے

ہاتھ میں ہوگا۔ جگنو اس سے اپنی ناراضی ختم کر چکے تھے۔ انہوں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

اتنے لمبے عرصے بعد ماریہ مسکرانے لگی تھی۔ اس نے اپنے دل کو خوشی سے ناچتے دیکھا اور کچھ دیر بعد وہ خود بھی ناچنے لگے گی۔ اِدھر اُدھر سے جگنو آنے لگے اور پودوں' پھولوں کے جھنڈ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔ ماریہ پودوں سے نکل کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ ایک جگنو جھومتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے سر کے گرد منڈلانے لگا۔ خوشی سے ماریہ نے سر کو اٹھا کر دیکھا۔

اور جیسے کہ وہ ماریہ کی خوشبو پا گیا۔ وہ مخالف سمت میں اڑا اور تیزی سے ان جگنوؤں کے درمیان چکر لگانے لگا جو اس کے دائرے میں تھے۔ لمحوں کی بات تھی' لمحوں میں ہی سمٹ گئی کہ جیسے اس نے اعلان کر دیا کہ یہاں وہی ہے۔ جس نے ایک محبت کے لیے ہماری محبت جلا دی۔ جس نے کبھی جنگل سے خوف نہیں کھایا تھا۔ وہ آسکر کے گھر سے خوف زدہ ہو گئی۔ آسکر کی دولت' رتبے کو یہ بورشے سے پٹانا چاہتی تھی۔۔۔ یہ ماریہ۔۔۔ جو ہماری دوست تھی' اس نے ہماری دوستی کی تجارت کی۔۔۔

افریقی جادو پر اثر تھا' وہ جگنوؤں کو اس تک لے آیا تھا۔۔۔ آگ کا جادو اس سے بھی زیادہ زور آور رہا' وہ سارے جگنو اس سے دور لے گیا۔ انسان اپنی نسل سے وفا نبھائے نہ نبھائے' جگنو یہ وفا ضرور نبھاتا ہے' وہ اپنی نسل کے دوست کو بھی یاد رکھتا ہے اور دشمن کو بھی۔۔۔

ماریہ نے گردن اٹھا کر رو دینے والے انداز سے اوپر دیکھا۔۔۔ اس کا دل پھٹ جانے کے قریب ہو گیا۔۔۔ بورشے کی دھن کو اپنے منہ سے' سیٹی سے بجانا چاہا' لیکن کوئی ایک بھی رد عمل کسی کو واپس نہ لا سکا۔ ماریہ نے لپک کر چند جگنوؤں کو ہاتھ بڑھا کر پکڑنا چاہا لیکن وہ اس سے اتنی تیزی سے دور ہوئے کہ وہ دم بخود رہ گئی۔ حقیقت واضح ہو گئی۔ اب بورشے بجے گا تو بھی جگنو نہیں آئیں گے۔

"تم جانتی ہو ماریہ' جگنو تمہارے پاس کیوں آتے ہیں۔"

"کیوں انکل ولسن؟"

"وہ بورشے یا اس کی دھن پر نہیں آتے' وہ تمہارے دل کی آواز۔۔۔ تمہاری محبت میں آتے ہیں۔۔۔ جو اتنی زور آور ہے کہ وہ تمہاری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ تمہارے علاوہ کوئی اور بورشے بجائے تو جگنو اس کے پاس بھی آئیں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ جگنو ہمیشہ تمہارے پاس ایسے ہی آئیں تو تمہیں ان سے ہمیشہ ایسی ہی سچی محبت کرنی ہوگی۔"

"میری محبت میں کبھی کمی نہیں آئے گی انکل۔۔۔"

"میری محبت میں کمی بھی آئی اور کھوٹ بھی۔۔۔"

باغ کی وسعت میں۔۔۔ درختوں میں چھپے کھڑے' ماریہ نے خود کو گھاس پر گر جانے دیا۔ اس نے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اپنی ساری دھنیں فراموش کیں۔۔۔ سب جگنو جلا دیے۔ بورشے' ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔

☼ ☼ ☼

"جگنوؤں کے جل جانے کے بعد بورشے جیسے ہمیشہ کے لیے خاموشی میں کھو گیا تھا۔"

فرانس کی سرائے میں بیٹھا وہ پاپا کو خط لکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرائے بندرگاہ کے قریب تھی جہاں وہ جہاز کے انتظار میں تھے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ بورشے بجانے لگا تھا۔ کھانا کھاتے بہت سے لوگوں نے اپنی گردنیں گھما کر اسے دیکھا۔ لیکن وہ خاموش نہیں ہوا۔ اسے ایسی نظروں کی عادت پڑ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اتنے لمبے عرصے کے بعد بھی وہ بورشے کو ٹھیک سے بجا نہیں پا رہا۔ لیکن وہ رکنے والا نہیں تھا' وہ ماہر شکاری نہیں بن سکا تھا' کیونکہ وہ اپنی کمزوری کو بہادری میں نہیں بدل سکا تھا۔ وہ شاعر نہیں بن سکا تھا کیونکہ اس کے احساسات سطحی رہے تھے اور مصور بھی نہیں بن سکا' کیونکہ وہ رنگوں سے پہلے کی دنیا کو نہیں دیکھ سکا تھا' لیکن وہ بورشے ضرور بجا لینا چاہتا

تھا کیونکہ وہ ماریہ کے بغیر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اور ماریہ اپنے جگنوؤں کے بغیر نہیں رہے گی۔

سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو کافی پیتے ایک بوڑھے نے سر گھما کر آسکر کی طرف دیکھا۔ "ذرا ہمت سے بجاؤ' ڈر کیوں رہے ہو' کیا تم نہیں جانتے' ڈر کے نہ گایا جاتا ہے اور نہ ساز بجایا جاتا ہے۔"

بورشے کے لیے ایسا فقرہ پہلی بار آسکر کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔ ورنہ جیسا بورشے وہ بجاتا تھا' وہ لوگوں کو غصے میں مبتلا کر دیتا تھا یا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔

"کیا مجھ سے کچھ کہا۔" تصدیق کے لیے آسکر نے رک کر پوچھا۔

"ہاں نوجوان! تم سے۔۔۔ یہاں ادھر آؤ۔۔۔ اس کھڑکی کی جان چھوڑ دو' نہ رات تمہیں چھوڑ کر بھاگ رہی ہے' نا جہاز چھوڑ کر بھاگے گا۔"

خوشی سے آسکر جیسے دیوانہ ہونے لگا اور وہ اچھل کر میزوں کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں' یہاں ٹھیک ہے۔۔۔ اب بجاؤ۔۔۔ کیا ساز ہے یہ؟"

"بورشے۔۔۔" آسکر کھل کر مسکرایا۔

"بورشے۔۔۔! بجاؤ اسے۔۔۔ آج کی رات میں مسکرانا چاہتا ہوں۔۔۔ میں دکھی ہو کر فرانس کو الوداع نہیں کہنا چاہتا۔"

یہ فقرہ سمندر کی اس تیز لہر جیسا تھا جس کے سہارے جہاز سفر طے کرتے ہیں۔ اپنی گھنی سنہری مونچھوں کے نیچے بورشے کو منہ سے لگا کر وہ دھن بجانے لگا جسے وہ اتنے لمبے عرصے سے بجانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ڈرو نہیں اور ہمت سے بجاؤ۔۔۔" ایک اور بوڑھے نے اپنی میز بجا کر کہا۔ اس نے اور ہمت سے دھن بجائی۔

"اور زور لگاؤ جوان! کیا تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔"

آسکر نے پوری طاقت لگا دی۔

بوڑھے ہنسنے لگے۔ "جسمانی طاقت نہیں' دل کی طاقت' ذرا اور زور لگاؤ۔"

ہاں وہ سب کے سب جہاں دیدہ تھے۔ دنیا گھوم چکے' ہر خطے اور ہر ساز کو سن چکے۔ وہ سمندروں کے ہم سفر تھے' وہ جانتے تھے ساز کیسے بجتا ہے۔۔۔ منہ سے نہیں دل سے۔۔۔ جسم سے نہیں روح سے۔۔۔ سطح سے نہیں زیر سطح سے۔۔۔

رات گزرنے لگی' بورشے بجتا رہا۔

اور جب صبح بندرگاہ پر جہاز نے اپنا بھونپو بجایا تو کتنے ہی ہاتھ تالیاں بجانے کے لیے اٹھے۔ بورشے نے سرائے میں آہستہ آہستہ مجمع لگا دیا تھا' بوڑھوں کے ساتھ جوان بھی آ کر بیٹھ گئے تھے' پھر جہاز کا عملہ۔ بورشے کے ساتھ ساتھ میز بجے تھے' چائے' کافی پی گئی' تاش اور شطرنج کھیلتے اس کی طرف سر ہلا کر اسے داد دی گئی تھی۔

"آج کی رات بورشے کے نام۔" ایک جام بورشے کے نام کیا گیا۔

آسکر اپنا سامان اٹھا کر بھاگتا ہوا جہاز میں سوار ہوا۔ اسے اپنے کیبن میں بیٹھ کر روزا اور پاپا کو ایک خط لکھنا تھا۔ ایک خط جس کی ابتدائی سطر کچھ ایسے لکھی جانے والی تھی۔

"خدا کی مہربانی کا اشارہ لوگوں کی مسکراہٹ سے ملتا ہے' خاص کر اگر وہ بوڑھے یا بچے ہوں۔ آج ساری رات میں ان اشاروں کے لیے بورشے بجاتا رہا ہوں۔۔۔ مجھے اگلے اشاروں کا انتظار ہے۔"

☆ ☆ ☆

"کیا تم نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا ہے ماریہ؟ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟"۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"تم ٹھیک ہو؟ شکریہ اس اطلاع کا۔۔۔ کیا تم جانتی ہو تمہارے لیے کیسی کیسی باتیں کی جا رہی ہیں؟ تم آدھی رات تک اس باغ میں کیا کرتی رہی ہو۔ کس سے ملنے گئی تھیں۔ ماریہ! یہ تمہارا گاؤں نہیں ہے جہاں

تمہارا جب دل چاہے گا تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں بھی چلی جاؤ گی۔ تم میری سوچ سے بھی سے زیادہ بے وقوف ہو۔"

"اب میں کسی باغ میں نہیں جاؤں گی ماں....."

"اب تو تمہیں میرے ساتھ ہر دعوت میں جانا ہوگا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ ایسے گھر بیٹھے تمہاری شادی ہو جائے گی۔"

"شادی...." اس نے زیر لب آہ بھری۔

"دور بہت دور ایک جنگل رہ گیا ہے، جہاں گھوڑے پر سوار کوئی جنگل کو اس کے جادو سے آزاد کروانے آیا تھا"۔

"ماریہ! کیا تم سن رہی ہو' میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

"آپ جو کہیں گی' میں وہی کروں گی۔ مجھے رقص میں جانے کے لیے کیا تیاری کرنی ہوگی' مجھے بتا دیں۔"

ماں نے چونک کر ماریہ کو دیکھا اور پھر اپنے لہجے کو نرم کر لیا۔ "تم میری سوچ سے بھی کہیں زیادہ خوب صورت نکلی ہو ماریہ۔ جہاز سے تمہیں اترتے دیکھ کر مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ یہ تم ہی ہو' میری بیٹی۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمہیں کس چیز نے اس قدر حسین بنا دیا ہے۔ میرے حلقے میں تمہارا حسن میرے لیے فخر کا باعث ہے۔ مجھ سے ہر رقص میں پوچھا جاتا ہے کہ میں تمہیں ساتھ کیوں نہیں لائی۔"

"وہ چیز کبھی بھی خوب صورت نہیں ہوتی جو ڈھل جائے۔ خوب صورتی ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے' وہ کوئی انسان ہو ہی نہیں سکتا۔"

"تو کیا ہو سکتا ہے۔"

"محبت.... ہمیشہ قائم رہتی ہے' کبھی نہیں ڈھلتی' کبھی نہیں بدلتی۔"

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تمہیں اتنی خطرناک باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ تم آئینہ دیکھا کرو' بال بنایا کرو اور اپنے کپڑوں کے رنگوں اور جدت کے بارے میں سوچا کرو بس۔ اپنے لباس کی تیاری کے لیے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"اب میں کسی لباس میں خوب صورت نہیں لگ سکتی اور کسی دھن پر رقص نہیں کر سکتی۔" آہ پھر زیر لب ہی رہی۔

ماں کے سامنے اس نے سر ہلا دیا اور اس وقت بھی سر ہلاتی رہی جس وقت مسز جین دعوت میں اس کا تعارف کرا رہی تھیں۔ اس سے پہلی بار ملنے والے' دیکھنے والے' چونک رہے تھے۔ اس کا ہاتھ پکڑنے کے لیے سر کو جھکا رہے تھے اور وہ ہال کی دیواروں کو دیکھ رہی تھی' جہاں کتنی ہی آرائشی موم بتیاں اور مشعلیں دیواروں کے ساتھ ساتھ روشن تھیں۔ اس کی نظر ایک بار ان سب پر گئی تو پلٹ نہیں سکی۔ جس وقت وہ تیزی سے ہال چھوڑ کر جا رہی تھی' اس وقت مسز جین اپنی شرمندگی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

جہاز کے عرشے پر بیٹھے پانی پر پڑتے چاند کے عکس کو دیکھتے آسکر مسکرا دیا۔ رات کے دو پہر بیت چکے تھے۔ دور ایک سایہ نیچے سے اوپر' عرشے تک آیا۔ آسکر جنگلے کے ساتھ لگا ہوا نیچے بیٹھا تھا۔ سایہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور کچھ دور رک کر اسے دیکھنے لگا۔

وہ ایک لڑکی تھی جس نے اپنے لباس پر کوٹ پہن رکھا تھا اور شانوں کے گرد شال لپیٹ رکھی تھی۔ کچھ دیر وہ کھڑی رہی' پھر وہ ٹہلنے لگی اور پھر عین آسکر کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے نیند سے جگا دیا.... یہ دھن میرے خواب میں بھی بجتی رہی۔"

آسکر بورشے بجاتا رہا' البتہ جواب میں وہ مسکرا دیا۔

"دور بہت دور کوئی میرا انتظار کر رہا ہے۔ تمہاری دھن خوشی کا پیام ہے۔ میں سمجھ گئی' یہ اشارہ ہے کہ انتظار 'اب' ختم ہونے جا رہا ہے۔"

"ہاں یہ اشارہ ہی ہے۔" آسکر نے دل میں سوچا اور جب وہ اپنے کیبن میں واپس آیا تو اس نے روزا کے خط میں ایک اور سطر کا اضافہ کیا۔

"محبت سے معمور ایک دل کو بورشے نے نیند سے جگا دیا' یہ اشارہ ہے اس انتظار کا جواب ختم ہونے جا رہا ہے۔"

☼ ☼ ☼

جس وقت وہ اٹلی میں اترا' اس وقت نہ جانے کیوں اسے لگا کہ اسے یہاں ایک لمبا عرصہ قیام کرنا ہوگا۔ وہ انجانی خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ دلی طور پر وہ مطمئن تھا۔ اس کے ہاتھ میں ماریہ کی ماں کے گھر کا پتا موجود تھا جو اسے فرانس سے ملا تھا۔ وہ لوگ پر یقین نہیں تھے کہ ماریہ کی ماں وہاں ہوگی انہیں تھوڑی بہت خبر ملی تھی اور آسکر اس خبر کی تصدیق کے لیے خود وہاں آگیا تھا۔

دن بھر وہ مطلوبہ جگہ ڈھونڈنے میں لگا رہا اور پھر رات کو وہ ایک گھر کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے ماریہ کے بارے میں استفسار کیا۔

"مس ماریہ' مادام کے ساتھ تھیٹر گئی ہیں۔"

تو آسکر کے لیے اپنے پیروں پر مضبوطی سے کھڑے رہنا مشکل ہو گیا۔

"م۔۔۔ میں ابھی فوراً" وہاں جانا چاہتا ہوں۔۔۔ اسی وقت۔۔۔"

اس نے اتنی شدت سے کہا کہ گھر کے سب ہی ملازم ڈر کر اسے دیکھنے لگے۔ ان کے تاثرات بھانپ کر آسکر نے ماریہ کے گاؤں کا نام لیا اور انکل ولسن کا حوالہ دیا۔

جس وقت اس کی نظر ماریہ تک گئی اس وقت ایک لڑکا اس کے کان کے قریب جھکا اسے کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا' وہ ہاتھ کے اشارے سے کسی طرف اشارہ بھی کر رہا تھا۔ ماریہ نے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھنا چاہا تو اس نے وہاں دیکھ لیا جہاں آسکر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

گاؤں کی گھاس یاد سے بھیگ گئی۔۔۔ جنگل کا شور سکوت میں ڈھل گیا۔

لمحوں میں ہی ماریہ نے نظریں پھیرلیں اور تیزی سے تھیٹر کی بالکنی کے پردوں کے پیچھے غائب ہو گئی۔

آسکر اس بار کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا' وہ خاموشی سے ماریہ کے پیچھے گیا۔ مسز جبین نے ماریہ کو بدتہذیبی سے لوگوں کو تقریباً" پرے دھکیلتے ہوئے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو وہ غصے سے لال ہو گئیں۔ وہ بمشکل خود کو ماریہ کے قریب جا کر اسے تھپڑ مارنے سے باز رہ سکیں۔ ہر بار ماریہ انہیں شرمندہ کرتی تھی۔

"ماریہ۔۔۔!" آسکر نے حتی الامکان کوشش کی کہ آواز زیادہ اونچی نہ ہو۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے جوش کی گونج ماریہ کے لیے کسی بھی پریشانی کا باعث بنے۔

ماریہ نہیں رکی۔ آسکر کو اس کے رویے پر حیرت تھی۔ اتنا وقت گزر چکا تھا' کیا ماریہ اب تک ناراض تھی۔ وہ اس کی طرف تیزی سے لپکا اور اتنی سرعت سے اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا کہ ماریہ رک جانے پر مجبور ہو گئی۔

"ماریہ۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔ تم ایسے کیوں آگئیں۔۔۔ ایک خط بھی نہیں لکھا۔"

ماریہ آسکر کی طرف دیکھنے سے باز رہی۔ "میں تمہیں خط کیوں لکھتی؟؟"

نئی سرزمین ماریہ کے لہجے میں باسی پن لے آئی ہے۔ آسکر نے سوچا۔ اس کے لیے ماریہ کا انداز تکلیف دہ تھا۔ اسے دکھ ہوا یہ جان کر کہ ماریہ اسے اس حد تک فراموش کر چکی ہے۔ کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھ پا رہی کہ اس کی آنکھیں' اس کی یاد میں پگھل کر اندر دھنس چکی ہیں اور ان کی چمک ماند پڑ چکی ہے۔ کیا اسے اس کے جوتوں کی دھول نظر نہیں آ رہی اور یہ بھی کہ وہ سفر کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔ کیا وہ آسکر کے چہرے پر کوئی ایک بھی لکیر نہیں دیکھ پا رہی' جو اس کی تلاش میں سرگرداں سرگرداں ویران ہو چکی تھی۔ کیا ماریہ کو کچھ نظر نہیں آ رہا۔

"میں نے ایک بار یہ غلطی کی تھی کہ تمہیں جانے دیا تھا۔ میں دوبارہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔"

آسکر نے کچھ ایسے درد سے کہا کہ ماریہ نے ناگواری سے آسکر کو دیکھا۔ اسے حیرت تھی آسکر پر۔ کیا وہ دیکھ

نہیں رہا تھا کہ وہ جدید فیشن کے بہترین لباس کو زیب تن کیے تھیٹرایکٹ دیکھنے آئی ہے۔ اس کا حسن شہری زندگی کی ساری آرائش نچوڑ چکا ہے۔ حسن جو ڈھل جاتا ہے۔ حسن جس کی چکاچوند پر شام کسی عہد کی طرح ضرور آتی ہے۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہا تھا کہ اب وہ گاؤں کی سیدھی سادی لڑکی نہیں رہی' پھر کس حیثیت سے آسکر اس سے بات کر رہا ہے۔

ماریہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر آسکر نے غور سے اسے دیکھا' پھر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اسے باہر نکالا۔

"ماریہ! میں تمہارا بورشے اور تمہارا آسکر تمہارے پاس واپس لے آیا ہوں۔" بورشے کے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ بھی ماریہ کے آگے کر دیا۔

تھیٹر کے باہر لوگوں کے اندر باہر جاتے ہجوم' ان کی بگھیوں کی گڑگڑاہٹ کے درمیان' آسکر نے اپنی محبت کا اقرار نامہ پیش کر دیا۔

"کون سا بورشے....؟" اسی اقرار پر ماریہ نے ایسے سوال اٹھایا۔

آسکر نے بے یقینی سے ماریہ کو دیکھا۔ کون سا بورشے کے ساتھ اس نے کون سا آسکر بھی پوچھ لیا تھا۔

"تم تو بورشے کے بغیر ایک پل نہیں رہتی تھیں' تم نے اتنا وقت کیسے گزار لیا ماریہ....؟"

"میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔"

"تم ابھی تک ناراض ہو.... مجھ سے.... آسکر سے.... بورشے سے.... تمہیں کیا ہو گیا ہے ماریہ؟"

ماریہ پلٹ کر اندر جانے لگی تو آسکر نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ "تمہیں جواب دینا ہوگا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ میں کتنی لمبی مسافت طے کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھ سے پوچھو تو سہی' میں کن کن راستوں پر صرف تمہیں دیکھنے کے لیے خاک اڑاتا رہا ہوں۔"

ماریہ نے نفرت سے خود کو آزاد کروایا۔ "کیوں آئے ہو؟ کیا میں نے کہا تھا آنے کے لیے؟ تم میرے لیے بورشے لائے ہو.... ٹھیک ہے.... لیکن کیا میری دھنیں بھی لائے ہو....؟"

"ہاں! میں نے ایک دھن بجانی سیکھ لی ہے.... لوگ اس دھن کو پسند کرتے ہیں ماریہ...."

"ٹھیک ہے' بجاؤ وہ دھن.... بجاؤ اور لاؤ میرے جگنو...."

آسکر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نے کہا' بجاؤ بورشے.... نکالو اس میں سے وہ دھن جو میرے گرد روشنی کی لہریں بناتی تھی۔ یہ میرا بورشے نہیں ہے۔ میرا بورشے اسی دن جل گیا تھا جس دن میں نے اس کی نمائش کی تھی۔ تمہاری محبت کا میں نے ان کی محبت سے سودا کیا تھا۔ میرے پاس وہ نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔"

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی ماریہ.... یہ لو بورشے اور بجاؤ اسے.... وہ کیوں نہیں آئیں گے۔"

ماریہ تلخی سے ہنس دی۔ "محبت اپنا وجود چھپا سکتی ہے' نفرت نہیں۔"

آسکر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم بورشے لائے ہو میرے لیے آسکر.... جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لا سکو تو پھر آنا۔" ماریہ نے تلخی سے کہا۔

"ماریہ.... بورشے کے ساتھ محبت ہی تو آئی ہے۔" آسکر کی آواز لرز گئی۔

"جب فن اور محبت کو فائدے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو وہ اپنا اثر کھو دیتے ہیں۔ تم نے مجھے جادوگرنی کہا تھا' انہوں نے بھی جادوگرنی کہا تھا جو بورشے سے اجنبی تھے۔ اب میں واقعی جادوگرنی بن چکی ہوں۔ میں جگنوؤں کو ہاتھ میں پکڑنا چاہتی ہوں تو بھی وہ مجھ سے دور چلے جاتے ہیں۔ وہ میری بو پاتے ہی مجھ سے ایسے بھاگ جاتے ہیں جیسے میں انہیں ایک بار پھر سے جلا دوں گی۔ تم نے انہیں حشرات کہا تھا' میں نے بھی حشرات ہی سمجھا۔ وہ میری دھن پر نہیں آتے تھے۔ وہ میرے دل کی پاکیزگی' میری محبت پر آتے تھے۔ میری

یہ پاکیزگی جاتی رہی، محبت ختم ہوئی۔ اگر لوٹا سکو تو لوٹا دو... لا سکو تو لا دو۔"

کہہ کر وہ چلی گئی۔ آسکر نے پھر دوبارہ اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ جادو تو واقعی ہو گیا تھا، جنگل پر، جنگل کے قمقموں پر، آئرلینڈ کے آسکر پر... گاؤں کی ماریہ پر... لیکن اب اس کا توڑ کیا تھا؟

"یہ تم طے کرو گے..." پاپا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے اور رات کو ان کے لیے ایک اور خط لکھتے اس نے یہ سطر لکھی۔

"میرے احساسات میری روح میں پگھل کر میری زبان پر آ کر پھڑپھڑانے لگے۔ جب ماریہ نے میری محبت پر ایک پل کی بھی توجہ نہیں دی۔

میں نے ہر چیز کا رنگ اڑتے دیکھا، جب میرے جوتوں کی دھول کو دیکھے بنا اس نے پلٹ کر مجھ سے رخ بدل لیا۔ دنیا بے رنگ ہو گئی، جب اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔ بورشے میرے ہاتھ میں ہی رہ گیا۔ نہ اس نے میرا ہاتھ تھاما، نہ بورشے... میری محبت اس جدائی پر سوار ہو کر چابک لہرانے لگی، جب اس نے کہا۔ جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لا سکو تو پھر آنا۔" کرائے کے کمرے کی بالکنی میں بیٹھ کر اس رات آسکر نے بورشے بجایا... بجاتا رہا... بجاتا رہا۔

اس رات اور تو کچھ نہیں ہوا لیکن راہ گیر ٹھہر ٹھہر کر چلتے رہے اور صبح تک یہ بات کتنی ہی سماعتوں تک پھیل گئی کہ وہاں ایک اجنبی کوئی ساز بجا رہا ہے۔ جسے سن کر دل ہے کہ رک رک جاتا ہے۔

✡ ✡ ✡

بورشے سے نکلی دھن، بالکنی پر پھیلی شہر کی راہوں میں بکھر گئی۔

وہ پھر ماریہ کے پاس نہیں گیا۔ وہ ماریہ کے شہر میں ہی رہا۔ اسی جگہ جہاں ماریہ کا گھر تھا، لیکن وہ ماریہ کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اگر قدرت نے یہ ہی طے کیا تھا تو وہ ساری زندگی بورشے بجانے کے لیے تیار تھا، لیکن روشنی سے پہلے اندھیرا کرنے ماریہ کے پاس جانے کے لیے ہرگز نہیں۔ اس کے بورشے کے لیے باغ تھے، راستے تھے، بالکونیاں تھیں۔ اس کے پاس بہت جگہ تھی، جہاں وہ بے رنگ دنیا کے لیے لفظوں سے رنگ تیار کرتا۔

"کیا تم اس اجنبی کو جانتی ہو جو شہر کے کونوں میں ساز بجاتا پھرتا ہے۔" ایک دن مسز جین نے ایسے ہی ذکر چھیڑ دیا۔

ماریہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا پھر بھی مسز جین بولتی رہیں۔

"میں اور مسز کولن باغ میں ٹہل رہی تھیں کہ وہاں اس کی دھن سنائی دی۔"

اتنا کہہ چکنے کے بعد کافی دیر خاموشی رہی۔

"اس دھن کو سنتے ہی میرا دل ڈوب سا گیا، اور میں نے رونا چاہا۔"

ماریہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"البرٹ مجھ سے محبت کرتا تھا اور اس کا قصور ہی کیا تھا۔ میں نے اسے چھوڑنے میں اتنی جلدی کیوں کی۔"

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس کی ماں نے اس کے باپ کو چھوڑ دینے پر کسی پچھتاوے کا اظہار کیا تھا۔

"وہ اکثر باغ میں آتا ہے ماریہ... تمہیں بھی اس کی دھن سننی چاہیے۔ وہ اجنبی ہے، کسی بھی دن شہر چھوڑ سکتا ہے۔ ویسے مسز کولن کوشش کر رہی ہیں کہ اپنے ہاں کی دعوت میں اسے بھی مدعو کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ ایسے اجنبی ساز سے ان کے مہمانوں کو بھی ضرور محظوظ ہونا چاہیے۔"

اجنبی سے، اس کے اجنبی ساز سے مہمان محظوظ ہو رہے تھے۔ آسکر بورشے ایسے بجا رہا تھا جیسے وہ یہ بھول چکا ہے کہ دنیا میں اس سے پہلے بھی انسان بنائے گئے ہیں اور بعد میں بھی۔ یاد رہا تو اتنا کہ ایک وہ ہے اور ایک اس کا بورشے... ماریہ ماں کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ وہ نہ آسکر کی طرف دیکھ رہی تھی نا بورشے کی طرف۔ وہ ایک جلتی ہوئی موم بتی کو دیکھنے پر مجبور

تھی۔

"روشنی کے کتنے ذرائع ہیں دنیا میں۔ پھر بھی کتنا اندھیرا ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔

"روشنی کے اتنے ذرائع ہیں کہ کسی ایک پر نظر رکھنا مشکل ہے۔" آنکھیں بند کیے بورشے بجاتے آسکر نے سوچا۔ وہ جب بھی اپنی شاعری کو دھن میں لاتا' روشنی کے قافلوں کو اپنی طرف آتے دیکھتا تھا۔ وہ اس چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بورشے ناکام ہو سکتا ہے۔ بھلا بتایئے محبت بھی کبھی ناکام ہو سکتی ہے۔ ایسی محبت جو روح کی گہرائی سے شاعری بن کر دھن میں ڈھلے اور بورشے سے نکل کر روشنیوں کے قافلے اکٹھے کرلے۔ اگر ایسی محبت ناکام ہو سکتی ہے تو پھر دنیا میں کہیں کوئی محبت ہی نہیں۔۔۔ کہیں کوئی دھن نہیں۔۔۔ کہیں کوئی بورشے نہیں۔۔۔ اور کوئی آسکر ماریہ نہیں۔۔۔

☆ ☆ ☆

اس رات ماریہ نے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو ایک ایسی لڑکی کی کہانی سنائی جو روشنی کے سنگ رقص کرتی تھی۔

"پھر ایک رات ساری روشنیاں بجھ گئیں۔ روشنی کو لانے والے قافلے جل گئے اور ننھی لڑکی پھر کبھی رقص نہیں کر سکی۔"

اس نے کہانی یہاں ختم کی۔ اس کے بہن بھائی دل گرفتہ نظر آنے لگے تھے۔ انہیں ماریہ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے رات کے وقت انہیں ایسی دل کو دکھا دینے والی کہانی سنا دی تھی اور پھر ان کے اصرار پر بھی کہانی کا انجام بدلنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"جگنو لڑکی سے ناراض ہو گئے اور وہ اس سے دور جانے لگے۔" آسکر نے مالک مکان کے بچوں کو کہانی سناتے ہوئے کہا۔

"کیا اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔" مالک مکان کی بیٹی نے تقریباً" رو دینے والے انداز سے پوچھا۔

"جس طاق پر محبت اپنا چراغ روشن کر چکی ہو' اس طاق پر نفرت کا چراغ زیادہ دیر تک روشن نہیں رہ سکتا۔ وہ واپس آئیں گے' کیونکہ اگر وہ واپس نہیں آئے تو محبت اپنا عقیدہ بدل دے گی۔ بورشے گونگا ہو جائے گا اور جگنو بہرے۔"

☆ ☆ ☆

آسکر باقاعدگی سے پاپا' روزا اور جوزفین کو خطوط لکھتا تھا۔ مسٹر بروک ہیگ اس کی مستقل مزاجی پر حیران تھے۔ اس کا اظہار وہ خطوط میں بھی کرتے رہتے تھے' جس پر آسکر ہنس دیتا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ اس قدر مستقل مزاج ہو سکتا ہے۔ بورشے نے اسے دریافت کیا۔ جس ساز کے بجتے ہی لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے' اب وہ انگلیاں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ دیکھو یہ ہے وہ دیوانہ جو بورشے ایسے بجاتا ہے جیسے دھنیں اس پر فدا ہوں اور یہ ان دھنوں پر۔۔۔ ساز اس کا حسن ہے اور دھن اس کا جمال۔۔۔

رات کالا جادو تھی' اپنے وجود میں سوئیاں پیوست کیے اس کی طرف بڑھی چلی آتی تھی۔ رات اسے جنگل' روشنی اور رقص کی یاد دلاتی تھی۔ ہر رات اس پر عذاب تھی۔ ہر رات اس کا امتحان تھی۔ جزیرے کی قبر افسردہ و غمگین ہو جاتی اور جہاں بھر کے ساز ماتم کناں۔

"جب تک یہ ساز تمہارے ساتھ ہے' میں تمہارے ساتھ ہوں ماریہ۔ مجھے یقین ہے تم اسے بجالوگی۔ تم اس کا حق ادا کر دوگی۔"

ایک جہاز راں کو کیا ضرورت تھی سازوں سے اتنی محبت کرنے کی؟ کیا ہر شخص ابدیت چاہتا ہے؟ وہ کسی نہ کسی بہانے سے خود کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ ایسا تھا بھی کیا یہ بھی' ضروری تھا کہ ماریہ اس ساز کو اپنے دل کے اتنے قریب کر لیتی کہ اس کے بغیر ایسے تڑپنے لگتی۔

اپنے گاؤں کی طرح وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے

نکلی اور رات کے پہلے پہر وہ اس گھر کی طرف جانے لگی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے ایک کمرے کی بالکنی سے ہر رات بورشے کی آواز ایسے نکلتی ہے جیسے رات دن کے پہلو سے نکلتی ہے۔

وہ دیکھ سکتا تھا' اندھیرا کتنا ہی روشنی پر قابض تھا' پھر بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ کچھ دور درخت کی اوٹ میں کون کھڑا ہو کر بورشے سن رہا ہے۔ کوئی اپنے جسم کے کسی ایک حصے کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟ اگر رہ سکتا ہے' تو پھر وہ تکلیف و اذیت میں ہی رہ سکتا ہے۔

درخت کی اوٹ سے وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور پھر بورشے کی دھن نے ماریہ کی آہوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ وہ بورشے کے لیے رو رہی تھی' وہ جانتا تھا لیکن اسے یہ گمان بھی ہوا کہ کچھ آنسو اس کے لیے بھی بہائے جا رہے ہوں گے۔

ماریہ کے ہاتھ میں ایک ساز رہا تھا' اس ساز کا ایک کمال تھا' وہ کمال ختم ہو گیا تو نہ وہ ساز رہا' نہ ساتھ....

آسکر دیکھ رہا تھا کہ وہ ابھی بھی رو رہی ہے۔ خوش باش رہنے والی لڑکی اب رو رہی ہے۔ کتنی مگن تھی وہ اپنے گاؤں میں' گاؤں کے جنگل میں' جنگل کے دوستوں اور ان کی محفل میں.... وہ اپنی فراک کے کونے اٹھا اٹھا کر ان پر روشنیوں سے گل کاریاں کیا کرتی تھی اور اب....؟ روتے روتے وہ اب جا رہی تھی۔

جسے جنگل سے ڈر نہیں لگتا تھا' وہ آسکر کو کھونے کے ڈر سے ڈر گئی۔ اندھیرے میں ماریہ کو دور جاتے وہ دیکھ رہا تھا۔ اس رات بورشے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکا اور مکان مالک کو اگلے دن یہ اعتراف کرنا پڑا۔

''تمہاری نئی دھن میری سماعت کے اندھیروں میں روشنی کے ننھے جگنوؤں کی طرح دمکتی رہی۔ مجھے بیک وقت رونا بھی آیا اور اطمینان بھی ملا۔''

☆ ☆ ☆

شہر میں گھومتے' بہت سے لوگوں سے اس کی جان پہچان ہو چکی تھی۔ سب اسے بورشے کے نام سے جانتے اور پکارتے تھے۔ آسکر نام سے اسے کم ہی لوگ مخاطب کرتے تھے۔ جب اسے بورشے کہہ کر پکارا جاتا تو وہ مسکرا دیتا۔ وہ خوش ہوتا تھا۔ سر شام کبھی کبھی وہ بازار میں کھڑا ہو کر بھی بورشے بجا دیتا تھا۔

''تو تم ہو بورشے....'' لمبی سفید داڑھی والا ایک بوڑھا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

آسکر مسکرا دیا.... پھر سر ہلایا ''ہاں''

''میں سمجھا تھا بورشے صرف ایک انسان ہے لیکن یہ تو ساز اور انسان دونوں ہے۔ تمہاری دھن اچھی ہے لیکن یہ التجائیہ کیوں ہے۔ تم کس سے التجا کر رہے ہو' تم کسی کو پکار رہے ہو نا؟''

بورشے' آسکر کے ہاتھ میں کانپ کر رہ گیا۔ آج تک کسی نے اسے یہ سب نہیں کہا تھا۔

''یہ ماریہ کا ساز ہے۔ وہ اسے بجا کر جگنو اکٹھے کیا کرتی تھی۔ میں اسی دھن کو بجانے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''جب ماریہ بورشے بجاتی ہو گی تو وہ التجائیہ نہیں بجاتی ہو گی.... ہے نا؟ تمہیں التجا نہیں کرنی چاہیے۔ التجا کرنا چھوڑ دو' اہتمام کرو....''

''کیسے....؟''

''وہ میں نہیں جانتا.... شاید تم خود معلوم کر سکو....'' کہہ کر وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

اس رات بورشے نہیں بجا۔ آسکر بورشے کو ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا اور سوچتا رہا.... سوچتا رہا.... بورشے اس سے اگلی رات بجا....

☆ ☆ ☆

یہ اس رات کا قصہ ہے۔ جس رات کے بعد آسکر پیسا شہر سے غائب ہو گیا۔

دن میں اسے پاپا کا خط ملا تھا۔ ''لوٹ آؤ آسکر.... تمہاری یاد مجھے جلانے لگی ہے۔ میں تمہاری محبت کا بورشے بجا رہا ہوں' کیا میری کوئی دھن تم تک نہیں پہنچی۔''

ان لفظوں نے آسکر پر محبت کے احساس کو حدت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

بنا کر اس طرح طاری کیا کہ وہ گھائل ہو گیا۔ اس کا دل اس احساس سے جلنے لگا کہ کیسے محبت خارج از بہار ہوتی جا رہی ہے اور خزاں ہے کہ اس کی جڑوں میں بیٹھتی جا رہی ہے۔ اس کا باپ اس کے لیے بورشے بجا رہا ہے اور وہ ماریہ کے لیے۔ کیا محبت کو پالینا اتنا ہی مشکل ہے؟ کیا محبت وہ جگنو ہیں جو ایک بار ناراض ہو جائیں تو لوٹ کر نہیں آتے؟ کیا کائنات کی ہر چیز کو محبت کے تابع نہیں کیا گیا؟ کیا ہر روح کی بنیاد محبت نہیں؟ اگر ہاں تو پھر بورشے بجتا کیوں نہیں؟ روشنی کے قافلے آکر کیوں نہیں دیتے؟

آسکر کے اندر لو جلنے لگی۔ وہ کراہنے لگا اور بورشے کو اپنے سینے سے لگا کر اپنا سینہ مسلنے لگا۔ اس کا سینہ جل رہا تھا... یہ آگ... یہ آگ گاؤں کے جنگل سے شروع ہوئی تھی... محبت وہاں چنگاری بنی تھی اور پھر جدائی کے الاؤ میں بدل گئی تھی... کیا یہ آگ بورشے محسوس نہیں کرتا تھا۔ ماریہ اس کے قریب سے گزر جاتی تھی لیکن اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جنگل میں روشنیوں کے سنگ رقص کرتی لڑکی سے محبت کی تھی۔ اس لڑکی کے لیے وہ سمندروں میں بہہ کر آیا تھا، زمین پر رینگتا رہا تھا۔ پھر بھی تپش تھی کہ سرد نہیں ہوتی تھی۔ شدت تھی کہ کم نہیں ہوتی تھی ... اور بورشے تھا کہ خاموش تھا... گونگا تھا... یہ تو بے رحمی کی انتہا ہے۔

"التجا کرنا چھوڑ دو... اہتمام کرو..."

بازار میں اس نے ایک بچے کو شیشے کی بوتل میں جگنو کو لے جاتے دیکھا۔ کم سے کم بچے میں اتنی قابلیت تو تھی کہ وہ جگنوؤں کو جھاڑیوں سے نکال کر اپنے ساتھ رکھ سکے اور اپنی خوشی کا اہتمام کر سکے۔ محبت اہتمام ہی چاہتی ہے۔ التجا تو مانگنے والوں کا شیوہ ہے۔ التجا تو انہیں درکار ہے جنہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔ محبت میں ضرورت کہاں رہ جاتی ہے۔

"جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لا سکو تو پھر آنا۔"

آگ اپنے اہتمام کی پہلی سیڑھی پر کھڑی ہو گئی'

جب آسکر نے بورشے کو اپنے منہ سے لگایا اور یہی وہ لمحہ تھا جب شاعر پر آمد کا ایک بار اور لمحہ آیا اور الفاظ تہہ و بالا ہوتے، زیر سطح ہلچل مچاتے، چٹانوں سے ٹکراتے الاؤ میں جلتے دھن تک آئے۔

"میرا بورشے اسی دن جل گیا تھا جس دن میں نے ان کی نمائش کی تھی۔ تمہاری محبت کا میں نے ان کی محبت سے سودا کیا تھا۔ میرے پاس وہ نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔"

آگ کی لپیٹیں بلندی کو چھو لینے کے لیے بے قرار تھیں کہ مصور کو ایک شاہکار دے دیا گیا، بے رنگ دنیا میں اس نے رنگ بھرنے کا اہتمام کیا... ابتدا اس نے اپنے رنگ سے کی... پہلا اسٹروک اس نے اپنی ذات سے نکال کر لگایا۔

"وہ میری دھن پر نہیں آتے تھے۔ وہ میرے دل کی پاکیزگی، میری محبت پر آتے تھے۔ میری یہ پاکیزگی جاتی رہی، محبت ختم ہوئی۔ اگر لوٹا سکو تو لوٹا دو... لا سکو تو لا دو..."

شاعر نے اپنے حلق کو کرب سے تڑپایا اور آسکر نے بورشے میں پہلی پھونک ماری اور بورشے بجنے لگا۔ آسکر کو بورشے سننے کی فرصت نہیں تھی وہ اپنے دل کی جی حضوری میں مگن تھا...

"اس موت کے پیامبر کو اب تم رکھو... زندگی کے خاتمے کو تم بجاؤ... بے رحمی تمہاری ہی میراث لگتی ہے۔"

اگر بورشے موت کا پیامبر ہی تھا تو وہ اسے وصول کرنے جا رہا تھا... اگر خراج موت ہی تھی تو وہ قربانی دینے جا رہا تھا۔

اس دھن نے حد کر دی اور ہر طرف آگ بھڑکا دی۔ اسے یہی آگ چاہیے تھی۔ وہ جلتا رہا، تپش اس کے کانوں، لوؤں کو چھونے لگی، اس کے دل تک پہنچنے لگی۔ وہ گرم انگارہ بن گیا۔ الاؤ چار اطراف بھڑکنے لگا اور ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ جیسے اس رات اس نے ڈھیروں جگنوؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"اگر توازن ہی درکار تھا تو لو میزان برابر ہوا...

جگنوؤں کی روشنیاں آگ ہو گئیں تو یوں آسکر بھی آگ ہوا۔۔۔"

بورشے البتہ بجتا رہا۔۔۔ آخری وقت تک۔۔۔ اس وقت تک جس وقت۔۔۔

☆ ☆ ☆

اس وقت تک، جس وقت وہ اپنے اندر کی ساری آگ بورشے میں انڈیل رہا تھا۔ اسی وقت مالک مکان اور چند دوسرے لوگ خود کو موٹے کمبلوں میں لپیٹے، اس کے کمرے کا دروازہ توڑ کر اس پر کمبل ڈال کر گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ پھر وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

مالک مکان کا گھر اور ساتھ کے تین اور گھر آگ سے جل رہے تھے۔ کسی ایک گھر کے ملازموں کی غفلت سے آگ یک دم بھڑکی اور دیکھتے ہی دیکھتے تین گھروں تک پھیل گئی۔ تینوں گھروں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ گھر جل رہے تھے۔ وہ بالکنی بھی، جس میں بیٹھا وہ بورشے بجا رہا تھا۔ اس کے کمرے کی ساری دیواریں جل چکی تھیں اور اس کے ہاتھ میں موجود بورشے آگ کی حدت سے انگارہ ہو رہا تھا۔

جلتے ہوئے گھروں کے باہر کھڑے لوگ حیرت زدہ تھے کہ وہ اپنے نام کی پکار پر متوجہ کیوں نہیں ہوا، جب وہ اسے وہاں سے نکل جانے کے لیے اپنے حلق پھاڑ رہے تھے۔ آگ کی لپٹوں کے باوجود وہ ساز کیسے بجاتا رہا۔ کیا وہ دیوانہ ہو گیا ہے؟ کیا اسے نظر نہیں آرہا تھا کہ اس کے لباس نے آگ پکڑ لی تھی۔ کیا اسے اپنے جلتے ہوئے گالوں، کانوں کی لوؤں کی تکلیف کا احساس نہیں تھا، جو وہ اس بلا کو بجاتا رہا۔۔۔

اسے زمین پر پٹخا گیا اور سوکھی مٹی میں لوٹ پوٹ کیا گیا۔ جس وقت اسے ہوش آیا، وہ میدان میں درخت کے نیچے پڑا تھا اور لوگ ابھی تک آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو درخت کی شاخوں کو اپنے اوپر جھکے ہوئے پایا جن پر چند جگنو بیٹھے پھڑپھڑا رہے تھے۔ ایک جگنو اس کے سر کے گرد گھوم رہا تھا۔ اسے یہ طے کرنے میں وقت لگا کہ وہ پہلے سے وہاں موجود تھے یا وہ بورشے سن کر آئے تھے۔

☆ ☆ ☆

اجنبی پیسا سے غائب ہو گیا۔ وہ اجنبی جسے سب بورشے کہہ کر پکارنے لگے تھے۔ ماریہ کو اگلے دن صبح آگ کے بارے میں معلوم ہوا اور وہ ناشتے کی میز کو تقریباً" الٹتی ہوئی باہر بھاگی۔ سڑکوں، گلیوں کو بھاگتے ہوئے اس نے ایسے پار کیا کہ اپنی ہی فراک سے کئی بار الجھ کر گری۔ اس نے اس چیز کی بھی پروا نہیں کی کہ اس نے کتنے ہی انسانوں کو پرے دھکیلا اور جھیل پر بنے پل پر دوڑتی بگھیوں کی زد میں آنے سے خود کو بمشکل بچایا۔

سارا گھر ہی جل کر کھنڈر ہو چکا تھا۔ وہ آسکر کے کمرے میں گئی تو اسے وہاں کوئی ایک بھی چیز ایسی نظر نہیں آئی جو جل کر راکھ نہ ہو چکی ہو۔ اسے اس کی کچھ جلی ہوئی چیزیں اور جلے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑے دکھائی دیے اور وہ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں اپنی آنکھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"آسکر۔۔۔ اوہ میرا بورشے۔۔۔ اپنے جگنوؤں کی طرح میں نے تمہیں بھی جلا دیا نا۔۔۔"

کتنی ہی دیر وہ وہاں فرش پر بیٹھی ہچکیاں لیتی رہی۔ اس کی آنکھوں نے کمرے کی ساری سیاہی نگل لی اور آنسوؤں نے کرب کے پیالوں کو الٹ دیا۔ گردن گھما کر اس نے کمرے کی جلی ہوئی دیواروں کو دیکھا اور اس چیز نے اس پر صدمے کی انتہا کر دی کہ وہ ان جلتی ہوئی دیواروں کے درمیان بیٹھا بورشے بجاتا رہا تھا۔ اس کی ادھ جلی کرسی جس پر وہ بیٹھا تھا اس کی پشت ساری کی ساری جل چکی تھی تو کیا آسکر کی پشت بھی۔ اس خیال سے ماریہ پھر سے اتنی بے دم ہو گئی کہ کوئلے کا ڈھیر ہو گئی۔

"تو کیا قیمت کی ادائی آسکر نے خود کو جلا کر کی۔"

بورشے اس کے دل میں بجنے لگا اور اس کی محبت کے جگنو ایک ایک کر کے جل کر راکھ ہونے لگے۔ اب اس راکھ کے ڈھیر کی مالکہ تھی وہ۔ اس کا دل بلکنے لگا۔

"ماریہ... بورشے کے ساتھ محبت ہی تو آئی ہے۔

اوہ آسکر... میرے آسکر... بورشے کے ساتھ محبت ہی آئی تھی... کاش بورشے کے ساتھ میرے دل کی بینائی بھی آجاتی۔ کاش میں جان جاتی کہ جگنوؤں کے جانے سے میری بہار گئی ہے لیکن تمہارے جانے سے میری زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔"

مسز جبین ماریہ کے ایسے گھر سے بھاگ آنے پر تشویش سے اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔ اب وہ کمرے کی دہلیز میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں' اپنی بیٹی ماریہ کو جو جلے ہوئے فرش سے سیاہی سمیٹ سمیٹ کر اپنے اندر اتار رہی تھی۔ ساری کہانی ان پر واضح ہو گئی۔

"ماریہ...!" مسز جبین نے لرزتی ہوئی آواز میں قریب آکر پکارا اور پھر وہ بھی ماریہ کے ساتھ فرش پر ڈھیر ہو گئیں۔ اپنی قیمتی پوشاک کی فکر کیے بغیر' اپنی بیٹی کو غم میں ایسے تہہ و بالا ہوتے دیکھ کر۔ ماریہ نے سر اٹھا کر دیکھا شدت غم سے اس کی آنکھیں بینائی سے محروم لگ رہی تھیں۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ماریہ...؟"

"جو لوگ اپنے پیچھے آنے والوں کو انتظار کرواتے ہیں ماں! وہ میری طرح پھر جدائی کی سیاہی چاٹتے ہیں۔ دیکھو ماں! میں کیسے جل رہی ہوں۔ میں نے اپنے آسکر کو جلنے دیا۔ یہ سارا گھر جلتا رہا۔ یہ کمرہ' یہ دیواریں اور وہ بورشے بجاتا رہا۔ ماں ایسے تو میں نے بھی بورشے نہیں بجایا تھا۔ مجھے تو گاؤں' جنگل اور جگنو ملے تھے۔ اسے کرب' ماریہ اور آگ کیوں ملی۔ محبت کی بازی میں جل کر وہ جیت گیا۔ بورشے بھی اس کا ہوا اور اس کی ساری دھنیں بھی۔ وہ ہیرو رہا بورشے کا۔ محبت کی ساری پاکیزگی اس کی ہوئی۔ محبت کی ساری ادائیگیاں اس کے نام ہوئیں۔ اور میں پھر سے خالی ہاتھ۔" اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"وہ ٹھیک ہے ماریہ... بس وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔"

"جگنو بھی جل کر چلے گئے تھے۔ پھر واپس نہیں آئے... اوہ آسکر... میرا جگنو... وہ بھی واپس نہیں آئے گا۔"

"وہ آئے گا... جب تم دل سے اسے پکارو گی..."

"نہیں ماں...! اب کوئی بورشے نہیں بجے گا... کوئی دھن نہیں نکلے گی... اب کہیں سے کوئی روشنی اڑ کر نہیں آئے گی۔ وہ مجھے جنگلوں میں ڈھونڈتا رہا۔ کتنی ہی سرزمینوں کو اس نے میرے لیے کھنگالا۔ پھر بھی میں نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔ میں جانتی تھی' وہ کبھی جگنو نہیں لا سکے گا۔ میں جانتی تھی پھر بھی میں نے اس سے کہا کہ وہ میرے جگنو لا دے۔ شرط... انا... غصہ... میرا دل اس تک کیسے پلٹتا۔ اس نے میرے لیے ہر دھن بجائی اور میں نے سننے کی زحمت ہی نہیں کی۔ ماں پیسا کے گلی کوچے' باغ و دیوار تو اس کے بغیر رہ لیں گے' میں کیسے رہوں گی... میرے دل کا شہر سونا کر دیا... اب میرے دل کے گلی کوچوں کے لیے بورشے کون بجائے گا؟"

اس وقت مسز جبین نے جان لیا کہ کس چیز کے سہارے وہ ان کے بغیر بھی گاؤں میں زندہ تھی... بورشے... کون سی چیز اب اس زندہ ماریہ کی جان نکالے جا رہی ہے... آسکر...

جس وقت مسز جبین ماریہ کو سہارا دیے گھر لائیں اس وقت گھر کے ملازم یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ مسز جبین کسی اجنبی دیوانی کو اپنے ساتھ لا رہی ہیں۔ جس کے کپڑے داغ دار ہیں اور جس کے حسن پر کرب' سیاہ قسمت بنا کندہ ہے۔ کیا یہی وہی لڑکی ہے جس کے حسن کے چرچے شہر بھر میں ہوتے رہے تھے' جس کی خاموشی عبادت میں مگن لگتی تھی تو اب وہ عبادت خانے سے نکالی ہوئی کیوں لگتی ہے۔ اگر وہ واقعی میں حسین رہی ہے تو اب وہ اتنی بدصورتی کہاں سے لے آئی ہے؟

اس وقت مسز جبین نے جان لیا تھا کس چیز نے ان کی بیٹی کو ایسا لازوال حسن دیا تھا... بورشے کس چیز نے وہ حسن چھین لیا تھا... بورشے...

ماریہ کی بد صورتی کے چرچے گھر سے نکل کر شہر بھر میں ہونے لگے۔ ہونے تو اور بھی بہت کچھ ہونے لگا تھا پیسا میں۔۔۔

☼ ☼ ☼

"سنا ہے۔" آگ اس کے ساز نے لگائی تھی؟"
کچھ ایسی باتیں ہونے لگی تھیں۔
"ایسی بچکانہ بات میں نے آج سے پہلے نہیں سنی۔ ساز آگ کیسے لگا سکتا ہے؟"
"کیا ہم جانتے نہیں کہ وہ کس محویت سے ساز بجاتا تھا۔"
"ہاں! اس کی محویت حیران کن تھی۔ اتنی کہ وہ یہ تک محسوس نہیں کر سکا کہ گھر میں آگ لگ گئی ہے اور باہر کیسی بھگدڑ مچی ہے۔ اس کے کمرے کی دیواریں جلنے لگیں اور وہ بورشے بجاتا رہا۔ کیا وہ دیوانہ تھا؟"
"یقیناً" وہ دیوانہ ہی تھا۔"
"اگر وہ جل جاتا۔۔۔"
"وہ جل ہی گیا تھا اگر اتنی بھگدڑ میں اس کے ساز کی آواز نہ سن لی گئی ہوتی۔" ہجوم قسم کھانے کی حد تک حیران تھا۔
"کیا وہ چاہتا تھا کہ وہ جل کر مر جائے۔۔۔ مجھے لگتا ہے' اسے معلوم تھا کہ آگ لگی ہے اور بس وہ یہی چاہتا تھا۔"
"تو اب اس نے شہر کیوں چھوڑ دیا۔"
"اس نے شہر کیوں چھوڑ دیا؟" ماریہ نے خود پر ملامت کی حد کر دی اور وہ یہ سوال خود سے اتنی بار کر چکی تھی کہ نیم پاگل ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ وہ انکل ولسن کو خط لکھے۔ روزا اور مسٹر بروک ہیگ کو بھی۔ لیکن پھر اس نے خود کو روک لیا۔ جب دستک پر اس نے خود ہی دروازہ نہیں کھولا تو اب اس کے پاس نہ واویلا کرنے کا حق ہے نہ بڑھ کر دستک دینے کا۔ یہی قسمت تھی جو اس نے خود اپنے لیے لکھی۔ یہ سب اس نے خود ہی اپنے لیے طے کیا تھا۔

یہ سب طے تھا پھر بھی وہ رات دن پھوٹ پھوٹ کر روتی رہتی۔ مسز جین نے اسے رونے دیا اور پھر کبھی اس سے نہیں کہا کہ وہ خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔ اپنے حسن کو برباد نہ کرے۔
گھر کے ملازموں سے نکل کر بات کئی کانوں تک پہنچ گئی کہ اجنبی آئرلینڈ سے ماریہ کے لیے آیا تھا۔ ساری کہانی کھل کر سامنے آ گئی۔ اجنبی جسے بھلایا جانے لگا تھا اسے پھر سے یاد کیا جانے لگا۔ اور پھر اس کے بارے میں قیاس آرائیاں کی جانے لگیں۔ اس کی خبر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا پتا معلوم کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ زور و شور سے اس کی باتیں کی جانے لگیں۔
"میرا نہیں خیال اس نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ میرے ملازم کا کہنا ہے چائے خانے میں اس نے چند دیہاتیوں کو باتیں کرتے سنا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے گاؤں میں ایک دیوانہ آیا ہے، جو اپنے ساز سے فضا کو روشن کر دیتا ہے۔ میرا خیال ہے یہ وہی اجنبی ہے۔"
"روشن۔۔۔ وہ کیسے؟ تم جانتے ہی ہو' ان دیہاتیوں کو بے پر کی اڑانے کی کتنی عادت ہوتی ہے۔ یہ لوگ تو بھونرے کو بھی پرندہ سمجھتے ہیں۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔"
"میں نے تو یہ سنا ہے کہ وہ جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹک رہا ہے۔۔۔ میرا کوچوان بتا رہا تھا۔۔۔" کسی تیسرے نے کہا۔
"وہ کہیں نہیں بھٹک رہا ہو گا' وہ اپنے شہر واپس جا چکا ہو گا۔ اجنبی ایسے ہی اچانک آتے اور چلے جاتے ہیں۔"
"اگر اسے واپس ہی جانا تھا تو وہ بے چاری ماریہ کے پیچھے آیا ہی کیوں۔۔۔"
"اسے سزا دینے۔۔۔ انتظار کی ایک مدت ہوتی ہے۔۔۔ اس مدت کے بعد اسے سزا بنا دیا جاتا ہے۔۔۔"
"ان دونوں کے لیے اتنی سفاکی ٹھیک نہیں۔۔۔"
"یہی ان کا انجام ہے۔۔۔ دیکھنا' اب وہ کبھی نہیں لوٹے گا۔۔۔"
"وہ کبھی نہیں لوٹے گا ماریہ۔" مسز جین نے ایک

دل ہی دل پر پتھر رکھ کر کہہ دیا۔ "میں تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ تم کیوں میرے پاس اچانک آ گئی تھیں۔ کاش میں تم سے تمہارے دل کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتی۔"

ماریہ نے اپنے گیلے گال صاف کیے اور بس اتنا ہی کہا۔ "وہ چلا گیا اس نے ٹھیک کیا۔"

"اس کے انتظار میں ایسے نہ رویا کرو ماریہ۔"

"انتظار ان کا کیا جاتا ہے جنہیں لوٹ آنے کا کہا جائے، جنہیں زندگی سے نکال پھینکا جائے، ان کا غم کیا جاتا ہے۔"

☼ ☼ ☼

"اگر انجام کہانیوں کا مقدر ہوتے ہیں تو اس کہانی کا مقدر کوئی انجام نہیں۔"

اس دن کو طلوع ہونے کی اتنی جلدی تھی کہ رات خائف ہو گئی تھی۔ ماں ایک ہفتے بعد ہونے والی دعوت کی تیاریوں میں بری طرح سے مصروف تھیں۔ گھر بھر کی آرائش کی جا رہی تھی۔ ملازموں کو مختلف کاموں میں ہلکان کیا جا رہا تھا۔ وہ اپنے تینوں چھوٹے بہن بھائیوں کو لے کر گھر سے باہر آ گئی تھی۔ خاص طور پر چھوٹے تین اتنے شرارتی تھے کہ ماں کا غصہ بڑھا رہے تھے۔ ماں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان کا کچھ ایسا انتظام کر دے کہ وہ سکون سے انتظامات کو دیکھ سکیں۔

جب سے آسکر گیا تھا۔ وہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ماں کی ملتجیانہ درخواست کو وہ رد نہیں کر سکی اور تینوں کی انگلی تھام کر انہیں چہل قدمی کے لیے باغ میں لے جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

باغ گھر سے کچھ ہی دور تھا لیکن اس کے شرارتی بہن بھائیوں کو تو موقع چاہیے تھا۔ وہ اسے پتا نہیں کہاں کہاں گھسیٹتے رہے۔ جب وہ رکی تو اس نے خود کو بازار میں پایا۔ جوکر کے سامنے۔ جو ہوا میں نہ جانے کتنی گیندیں اچھال رہا تھا اور اس کے سامنے کھڑے اس کے بہن بھائی محظوظ ہوتے ہوئے تالیاں بجا رہے تھے۔

وہ بھی بڑی سی سرخ ناک والے جوکر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اسے دیکھنے لگی.... دیکھتی رہی.... دیکھتی رہی.... جو کہ وہ آسکر کے جانے کے بعد کیا کرتی تھی۔ جہاں بیٹھتی، کھڑی ہوتی، بت بن جاتی۔ زندگی کی حرکت اس کے اندر سے کھسک جاتی۔ دل کی دھڑکن ماند پڑ جاتی۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت معدوم ہو جاتی۔ یاد رہ جاتا تو بس اتنا کہ کوئی اپنی گہری آنکھوں سے چھپ کر اسے دیکھتا رہا ہے۔ کوئی اس کے دل کی لے کو پانے کے لیے شاعرانہ دھنیں ڈھالتا رہا ہے۔ وہ کوئی جو اب کہیں نہیں ہے۔ جو نظروں میں تو ہے لیکن نظروں کے سامنے نہیں۔ وہی جو کہیں دور.... دور بہت دور بھی نہیں....

ایک ایک کر کے گیندیں اچھل رہی تھیں۔ اور وہ جوکر کی بڑی سی سرخ ٹوپی کو دیکھ رہی تھی۔

سرخ انگارہ ہے جدائی کا ساز.... سرخیلا زہر ہے جدائی کا مشروب....

ان انگاروں پر اس کا قیام ہے اب.... یہ زہر اس کا جام ہے اب....

گیندیں سرخ ہیں سبز اور نیلی ہیں۔ گاؤں کی گھاس کے جگنو گیلے نم ہیں اور باڑے کی بھیڑیں اجنبی کے قدموں کی چاپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے سر اٹھائے انتظار میں ہیں۔ جنگل کے درختوں کے تنوں سے نکلتے ننھے منے بونے چنے منے دروازے کھول کر باہر نکل آنے کے لیے بے تاب ہیں اور وہ ہے کہ سر کو ساکت کیے جوکر کو دیکھے جا رہی ہے.... دیکھے جا رہی ہے.... جبکہ....

دور، بہت دور کوئی ساز بج رہا تھا.... وہ ایک لمبے سفر سے ہو کر آیا لگتا تھا....

ہلتے ہلتے سرخ ٹوپی ٹھہر گئی۔ جوکر نے اپنی گیندیں فضا سے اکٹھی کیں اور اپنے ہاتھ روک لیے۔ پھر بھی ماریہ اسے ہی دیکھتی رہی۔

ساز کی دھن انوکھی تھی.... نئی تھی.... حیران کن تھی۔

اس کے بہن بھائیوں نے اپنی اچھل کود بند کر دی تھی۔ جو کر سیدھا کھڑا ہو کر ایک خاص سمت دیکھنے لگا تو بھی ماریہ اسے ہی ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی... دیکھتی رہی... جبکہ۔

ساز جمال و کمال کی راہ پر گامزن تھا... اس کا بجانے والا دل کا پاکیزہ لگتا تھا... اس کا دل محبت سے معمور لگتا تھا... وہ جو پیسا والوں کے لیے اب اجنبی نہیں رہا تھا... آسکر... وہ دور بہت دور سے بورشے بجاتا بازار کی طرف آ رہا تھا... اس کے سر پر... دائیں بائیں کچھ منڈلا رہا تھا... بادلوں کے مرغولوں کی طرح... لیکن روشن... اور اڑتا ہوا...

کیا وہی جنہیں وہ ویرانوں، جنگلوں، دیہاتوں سے اکٹھا کرتا رہا...

جو کر اپنے لکڑی کے اونچے اسٹول سے اتر کر نیچے کھڑا ہو گیا تو بھی ماریہ ویسے ہی کھڑی اسی جگہ کو دیکھتی رہی۔

"وہ ان کے پیچھے تصدیق کے لیے گیا تھا تا کہ وہ اس کی دھن پر آئیں گے... ان سے عہد لینے گیا تھا کہ وہ ہر بار آئیں گے... اور پھر ماریہ تک بھی جائیں گے... جنگلوں اور بیابانوں میں وہ یہی ثبوت اکٹھے کرتا رہا تھا تا، محبت کے مینار پر روشنی کرنے وہی چڑھا تھا تا۔"

ایک رات جو روشنی کے ننھے قمقموں پر بسرام تھی، یہ بس اس کی آخری ساعت تھی۔

اور پھر جہاں جو کر کھڑا تھا، اس خالی جگہ پر کچھ جگنو اڑ کر آئے اور لہرانے لگے۔ ماریہ یک دم چونکی اور اس نے دیکھا کہ جگہ خالی ہے جسے جگنو بھر رہے ہیں۔ وہ ڈر کر سہم گئی۔ اس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا۔ وہ ایک بار پھر اس تلخی کا مزا چکھنا نہیں چاہتی تھی جس کا وہ بہت پہلے چکھ چکی تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے حرکت کرنی چاہی لیکن اس سے پہلے ہی چند جگنو اس کے گال سر اور پیشانی پر آ کر بیٹھ گئے۔ پھر ان کی تعداد بڑھنے لگی۔

پیسا شہر کے پل سے شفاف پانی بہتا آ رہا ہے... اس پانی کا رنگ روشیلا ہے... اس پانی کا رنگ بورشیلا

ہے۔۔۔

ماریہ دم بخود رہ گئی۔۔۔ وہ اپنی جگہ سے ایک دم متحرک ہوئی اور پھر۔۔۔ پھر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔۔۔

کوئی محبت بجاتا آرہا تھا۔۔۔ کوئی خواب کو تعبیر کرتا آرہا تھا۔۔۔

کوئی بورشے تھا۔۔۔ کوئی اجنبی تھا۔۔۔ وہ آسکر تھا۔

وہ جنون کے اس عالم پر فدا ہو گئی۔۔۔ اپنے دل کے شہر کی ایسی آبادکاری پر وہ نہال ہو گئی۔۔۔

آسکر بورشے بجاتا اس کی روشنیوں کو لیے آرہا تھا۔۔۔ اس کے سر پر ان کا ہجوم محو اڑان تھا۔ وہ وہاں کھڑی تھی پھر بھی اسے لگا' وہ خواب در خواب میں ہے۔ آسکر اس کے سامنے تھا پھر بھی اسے لگا وہ گمان در گمان میں ہے۔۔۔ اور پھر کیسے۔۔۔ بھلا کیسے۔۔۔

کتنے ہی لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور راہ گیر رک گئے۔ وہ آسکر کو پہچان گئے تھے۔ چلتی ہوئی گھوڑا گاڑیاں روک لی گئیں۔ خریداری میں مصروف لوگوں نے اپنی مصروفیت ترک کر دی۔ پیسا شہر نے اپنی فضاؤں کو جگمگ ہوتے دیکھا اور دیر تک دیکھا۔

دور بہت دور ایک جنگل ہے۔۔۔ ہاں اب وہ روشن ہے۔۔۔ روشن تر ہے۔۔۔

جگنوؤں کا سیلاب تھا جو ماریہ کی طرف آرہا تھا۔ آسکر تو صرف بورشے بجا رہا تھا۔ یہ تو ماریہ کے جگنو تھے جو آسکر کو ماریہ تک لے جا رہے تھے۔ وہ آسکر کے آگے آگے تھے۔ وہ اب پیچھے سے نہیں آئیں گے۔ وہ بھاگ کر نہیں جائیں گے۔

دھن نے اپنی لے بدلی۔۔۔ اور سب جگنو۔۔۔ سب ہی جگنو یکدم اڑ کر ماریہ کے گرد دائرے میں سمٹ گئے۔

دور بہت دور ایک رقص کیا گیا۔۔۔ ہاں' اب وہ پھر سے کیا جائے گا۔۔۔"

آنسوؤں کی زیادتی نے ماریہ کو بے حال کر دیا اور وہ بار بار اپنی آنکھیں پونچھنے لگی۔

محبت کے جگنوؤں کے پر کبھی نہیں جلتے۔ اگر جل جائیں تو محبت بنا پروں کے پرواز کرنا سیکھ جاتی ہے۔

ماریہ کے گرد دائرہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پھر آسکر بورشے کو ہاتھ میں لے کر ماریہ کے قریب آگیا۔ بورشے والے ہاتھ کو آسکر نے ماریہ کے آگے کیا اور کہا۔

"دیکھو ماریہ میں لے آیا۔۔۔ تمہارے جگنو۔۔۔ تمہارا بورشے۔۔۔ اور تمہارا آسکر۔۔۔"

ماریہ کھلکھلا کر ہنس دی اور ہاتھ بڑھا کر اس نے پہلے آسکر کا ہاتھ تھاما۔۔۔ پھر بورشے اور پھر جگنو۔۔۔

"جگنو کبھی اندھے نہیں ہوتے کیونکہ بورشے کبھی گونگے نہیں ہوتے۔۔۔"

ماریہ نے بورشے کو اپنے منہ سے لگا لیا۔ جگنوؤں کے دائرے میں' آسکر کے ساتھ کھڑے' اپنی فراک کا کونا بلند کر کے دھن کو بجانا شروع کی۔۔۔

"محبت کبھی لوٹ کر نہیں آتی۔۔۔ کیونکہ وہ کبھی چھوڑ کر نہیں جاتی۔۔۔"

ماریہ کے منہ سے لگا بورشے بج رہا ہے۔ اس نے اپنی دھن بجائی اور پھر یکدم اس کی لے بدلی اور سب ہی جگنو اڑ کر بلند ہوئے اور پھر یکدم ان دونوں پر ڈھیر ہو گئے۔

میں نے کہا تھا نا کہ اس کہانی کا کوئی انجام نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو اس کا آغاز ہے۔

جگنوؤں کی آمد کا۔۔۔ "رقص"

ماریہ اور آسکر کی ابتدا کا۔۔۔ "محبت"

دھنوں کے بجنے کا۔۔۔ "بورشے۔۔۔ بورشے۔۔۔ بورشے۔۔۔"